قانونی انتباہ : مصنف سے تحریری اجازت کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی اجازت ہے

نام کتاب : **عام فہم درس قرآن** (سورۃ الضحیٰ تا سورۃ الناس)

مصنف : مولانا غیاث احمد رشادی

صفحات : ۸۰

پہلا ایڈیشن : مارچ ۲۰۲۲ سن عیسوی

تعداد اشاعت : ایک ہزار

کمپیوٹر کمپوزنگ : **عبد السلام**

ناشر : **رشادی پبلشرز** ۔ واحد نگر، اولڈ ملک پیٹ، حیدر آباد۔

سیل نمبر 8019878784 :

ویب سائٹ : www.payaamerashadi.org

قیمت : ستر روپے -/Rs.70

ملنے کے پتے

- **رشادی پبلشرز** ۔ متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدر آباد۔ 500036
  سیل نمبر **8019878784** :
- **دکن ٹریڈرس** ۔ مغل پورہ، حیدر آباد۔
- **ہندوستان پیپر ایمپوریم** ۔ مچھلی کمان، حیدر آباد۔
- **ھدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس** ۔ پرانی حویلی روڈ، حیدر آباد۔
- **سنابل بک ڈپو** ۔ نزد فائر اسٹیشن، مغل پورہ، حیدر آباد۔ موبائیل 8919156772

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

یہ عام فہم درسِ قرآن کا خصوصی حصہ ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ احقر ان دنوں قرآنِ مجید کی عام فہم تفسیر تحریر کرنے میں مصروف ہے۔ الحمدللہ، اب تک تین جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جو سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۃ الکہف تک ہیں۔ اس طرح پندرہ پاروں کی تفسیر مکمل ہوچکی ہے اور عوام وخواص کے نزدیک مقبول بھی ہوچکی ہے، الحمدللہ علیٰ ذالک۔ باقی اور تین جلدیں ان شاء اللہ یکے بعد دیگرے منظرِ عام پر آئیں گی۔

احقر نے عام فہم درسِ قرآن کا یہ خصوصی حصہ شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اس میں سورۃ الضحیٰ سے سورۃ الناس تک کی تمام سورتوں کی تشریح لکھ دی تاکہ یہ چھوٹی چھوٹی سورتیں جو پنج وقتہ نمازوں میں عموماً لوگ پڑھتے ہیں وہ ان سورتوں کے لفظی ترجمہ، ترجمہ اور اس کی مختصر سی تشریح سے واقف ہوجائیں۔

عام فہم درسِ قرآن کا یہ خصوصی حصہ مکاتب دینیہ کیلئے بھی مفید ہے کہ ان بچوں کو ان چھوٹی چھوٹی سورتوں کا ترجمہ معلوم ہوجائے۔ اس طرح شعبۂ حفظ کے طلباء اور طالبات میں بھی یہ پڑھا جائے تاکہ قرآنِ مجید کے اس مختصر حصہ ہی کا سہی انہیں ترجمہ تو معلوم ہوجائے۔ الحمدللہ، منبر ومحراب فاؤنڈیشن کے تحت قائم ستر مراکزِ نسواں میں ماہِ رمضان میں رمضان کورس کے نام سے جو تعلیم دی جارہی ہے اس میں یہ خصوصی حصہ بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

غیاث احمد رشادی

سورۃ الضحیٰ

﴿درس نمبر: ۱﴾ **پیغمبر! آپ کا رب آپ سے ناراض نہیں ہے** ﴿الضحیٰ: ۱-تا-۵﴾

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى ۝
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ:- وَالضُّحٰى قسم ہے چڑھے دن کی! ۝ وَالَّيْلِ اور رات کی إِذَا سَجٰى جب وہ چھا جائے ۝ مَا وَدَّعَكَ نہیں چھوڑا آپ کو رَبُّكَ آپ کے رب نے وَمَا قَلٰى اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ اور یقیناً آخرت خَيْرٌ بہت بہتر ہے لَّكَ آپ کے لیے مِنَ الْأُولٰى دنیا سے ۝ وَلَسَوْفَ اور البتہ عنقریب يُعْطِيكَ عطا کرے گا آپ کو رَبُّكَ آپ کا رب فَتَرْضٰى (کہ) آپ راضی ہو جائیں گے

ترجمہ:- (اے پیغمبر!) قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی O اور رات کی جب اُس کا اندھیرا بیٹھ جائے O کہ تمہارے پروردگار نے نہ تمہیں چھوڑا ہے اور نہ ناراض ہوا ہے O اور یقیناً آگے آنے والے حالات تمہارے لئے پہلے حالات سے بہتر ہیں O اور یقین جانو کہ عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

سورہ کی فضیلت: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) (ایک مرتبہ چند دنوں تک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (وحی لے کر) نہیں آئے تو قریش کی ایک عورت (ام جمیل ابولہب کی بیوی) نے کہا کہ اب اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے میں دیر لگائی۔ اس پر یہ سورت اُتری: **وَ الضُّحٰى ۝ وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى**۔ (بخاری-۱۱۲۵)

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی۔
۲. قسم ہے رات کی جب اسکا اندھیرا بیٹھ جائے۔
۳. اے نبی! آپ کے پروردگار نے نہ ہی آپ کو چھوڑا اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا۔
٤. یقیناً آگے آنے والے حالات آپ کے لئے پہلے والے حالات سے بہتر ہیں۔
۵. یقین جانو کہ آپ کا پروردگار عنقریب آپ کو اتنا دیگا کہ آپ خوش ہو جاو گے۔

پچھلی سورت میں اللہ تعالی نے متقی لوگوں سے وعدہ فرمایا کہ وہ کل قیامت کے دن اللہ تعالی کی عطاء سے راضی ہوجائیں گے اب چونکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم متقیوں کے سردار ہیں اس لحاظ سے بطور تاکید آپ کا بھی خاص ذکر کیا گیا اور آپ علیہ السلام پر اللہ تعالی نے جو خاص انعام پر فرمایا اسکا بھی اس سورت میں تذکرہ کیا گیا چنانچہ اللہ تعالی نے مخلوق کے یقین کے لئے دن و رات کی قسم کھائی کہ صبح سویرے چڑھتے دن کی قسم ہے اور رات کے پھیلتے ہوئے گھنے اندھیرے کی قسم ہے کہ آپ کے رب نے نہ ہی آپ کو چھوڑا اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا بلکہ جو وحی کا سلسلہ منقطع ہوا ہے اس میں کچھ مصلحتیں تھیں جس کی بناء پر وحی کا یہ سلسلہ تھوڑے وقفہ کے لئے رکا رہا، اب اللہ تعالی نے اس سورت میں ایسا کیوں فرمایا کہ اس نے آپ کو نہیں چھوڑا؟ اس آیت کے نازل فرمانے کی کیا وجہ ہوئی؟ ان کے پیچھے ایک واقعہ یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ روز بیمار پڑ گئے جسکی وجہ سے آپ دو تین راتیں تہجد کے لئے اٹھ نہ سکے، ایسے وقت میں قریش کی ایک عورت (جس کا نام مفسرین نے ام جمیل جو کہ ابولہب کی بیوی تھی بیان فرمایا) نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس دو تین دن سے نہیں آیا، اس پر اللہ تعالی نے یہ سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی۔ (بخاری۔٤٩٥٠)، یہ سورت نازل فرما کر اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو تسلی دی کہ ایسا کچھ نہیں ہے، نہ تو آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑا ہے جیسا کہ عرب میں مشہور ہو گیا اور نہ ہی آپ سے ناراض ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فتح ہونے والے ملکوں اور شہروں کو کھول کھول کر دکھلا دیا جس سے آپ علیہ السلام کو بہت خوشی ہوئی پھر اسکے بعد اللہ تعالی نے یہ آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ نازل فرمائی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔١٠٦٥٠)

﴿درس نمبر:٢﴾ **اللہ نے آپ کو ٹھکانہ دیا** ﴿الضحیٰ:٦۔تا۔٨﴾

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ (٦) وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (٧) وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (٨)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أَلَمْ يَجِدْكَ کیا نہیں پایا (اس نے) آپ کو يَتِيمًا یتیم فَآوَىٰ پھر اس نے جگہ دی (٦) وَوَجَدَكَ اور اس نے پایا آپ کو ضَالًّا ناواقف راہ فَهَدَىٰ پھر اس نے ہدایت دی (٧) وَوَجَدَكَ اور اس نے آپ کو پایا عَائِلًا تنگ دست فَأَغْنَىٰ تو اس نے غنی کر دیا (٨)

ترجمہ:۔ کیا اُس نے تمہیں یتیم نہیں پایا تھا، پھر (تمہیں) ٹھکانہ دیاO اور تمہیں راستے سے

ناواقف پایا تو راستہ دکھایا O اور تمہیں نادار پایا تو غنی کر دیا۔

تشریح :ان تین آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر آپ کو ٹھکانہ نہ دیا؟۔

٢. کیا آپ کو احکامِ شرع سے غافل نہیں پایا تھا کہ پھر آپکو واقف بنا دیا؟۔

٣. کیا اس نے آپ کو نادار نہیں پایا تھا کہ آپ کو مالدار کر دیا؟۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے انعامات بیان فرمائے تھے، اب یہاں ان انعامات کو بیان فرمائے گا رہے ہیں جو اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام پر پورے فرما دئے، چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! آپ کی پیدائش یتیمی کی حالت میں ہوئی تھی کہ اللہ تعالی نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ کو ضائع ہونے نہیں دیا بلکہ آپ کی مختلف طریقوں سے کفالت کی کہ پہلے تو آپ اپنی ماں کی گود میں رہے پھر جب آپ کی والدہ ماجدہ کی بھی وفات ہوگئی جبکہ آپ کی عمر چھ سال تھی تو اللہ تعالی نے آپ کی کفالت کا ذمہ دار آپ کے دادا حضرت عبد المطلب کو بنایا پھر جب انکی بھی وفات ہوگئی جبکہ آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی تو پھر اللہ تعالی نے آپ کے ہوشمند ہونے تک آپ کی کفالت آپ کے چچا حضرت ابو طالب کی سپرد کی، اور اس طرح آپ انکی کفالت میں بڑے ہوئے تو اس وقت اللہ تعالی نے آپ کو اپنی نبوت کے لئے چنا لہٰذا جب اللہ نے آپ کو اپنی نبوت کے لئے چنا تو اس وقت آپ احکام شرع سے بالکل انجان اور ناواقف تھے تو پھر اللہ تعالی ہی نے اپنے فضل سے آپ کو ان تمام سے واقف کروایا اس لئے کہ آپ تو امی تھے، نہ تو آپ پڑھنا جانتے تھے اور نہ ہی لکھنا، اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل سے آپ کے اُمی ہونے کے باوجود آپ کو ان تمام چیزوں سے واقف کروایا جیسا کہ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ٥٢ میں فرمایا گیا "وَ كَذٰلِكَ أَوۡحَيۡنا إِلَيۡكَ رُوحاً مِنۡ أَمۡرِنا. ما كُنۡتَ تَدۡرِي مَا الۡكِتابُ وَلا الۡإِيمانُ, وَلٰكِنۡ جَعَلۡناهُ نُوراً نَهۡدِي بِهِ مَنۡ نَشاءُ مِنۡ عِبادِنا" اسی طرح ہم نے آپ کے پاس اپنے حکم سے ایک روح بطور وحی نازل کی ہے، آپ کو اس سے پہلے نہ تو یہ معلوم تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا ہے جسکے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا رہے ہو۔ پھر جب آپ ﷺ کو نبوت بھی عطاء کی گئی اور آپ اب خود مکتفی بھی ہو گئے تو

آپ اس وقت نادار تھے کہ نہ تو آپ کے پاس مال تھا اور نہ ہی دولت آپ اپنا گزر بسر تجارت پر حاصل ہونے والے نفع پر کیا کرتے تھے، اب چونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کا یہ پیغام سارے انسانوں تک پہنچانا تھا تو اگر آپ اپنی زندگی گزارنے کے لئے تجارت کرتے رہتے تو خاطر خواہ یہ پیغام تمام انسانوں تک نہیں پہنچا سکتے تھے اسی لئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کروایا اور آپ کو اس روزی کمانے کی فکر سے آزاد کر دیا اور اپنی زوجہ کے ذریعہ مالدار کر دیا کہ اب آپ کو کمانے کی ضرورت نہیں رہی اور آپ بے فکری سے اپنی اس تبلیغ میں لگے رہے۔ اب جبکہ یہ تمام احسانات اللہ تعالی انے آپ پر پہلے ہی فرمادئے تو کیا وہ وعدے جو اس نے آپ سے فرمائے ہیں انہیں پورا نہیں فرمائے گا؟، ضرور فرمائے گا اس لئے آپ اللہ کے کئے ہوئے وعدوں پر خوش رہئے۔

﴿درس نمبر:۳﴾ سوال کرنے والوں کو جھڑکی مت دیجئے ﴿الضحیٰ:۹۔تا۔۱۱﴾

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (۹) وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (۱۰) وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (۱۱)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَأَمَّا لہذا الْيَتِيمَ یتیم فَلَا تَقْهَرْ تو سختی نہ کیجئے اس پر (۹) وَأَمَّا السَّائِلَ اور لیکن سائل فَلَا تَنْهَرْ تو آپ نہ جھڑکیے (اسے) (۱۰) وَأَمَّا بِنِعْمَةِ اور لیکن نعمت رَبِّكَ اپنے رب کی فَحَدِّثْ تو (اسے) بیان کیجئے (۱۱)

ترجمہ:۔ اب جو یتیم ہے تم اُس پر سختی مت کرناO اور جو سوال کرنے والا ہو اُسے جھڑکنا نہیں O اور جو تمہارے پروردگار کی نعمت ہے اُس کا تذکرہ کرتے رہنا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. اب جو یتیم ہیں آپ ان پر سختی مت کیجئے۔

۲. جو سوال کرنے والا ہے اسے بھی جھڑکئے مت۔

۳. آپ کے پروردگار کی جو نعمت ہے اسکا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

اب آخر میں اللہ تعالی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند اخلاق کے اپنانے اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے کا حکم فرما رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! جب کبھی آپ کا سامنا کسی یتیم سے ہو یا وہ آپ کے پاس آئے تو آپ ان پر سختی مت کیجئے، آپ جانتے ہیں کہ یتیمی کا درد کیا ہوتا ہے؟ آپ نے بھی ان حالات کو دیکھا ہے اور برداشت کیا ہے، تو جس طرح اللہ تعالی نے آپ کی مدد کی اور آپ کو سہارا دیا اسی

طرح آپ بھی ان یتیموں کا سہارے بنئے اور انکی ہر ممکنہ مدد کیجئے، یہی وجہ ہے کہ ہر وقت آپ علیہ السلام یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے اور لوگوں کو بھی انکے ساتھ بھلائی سے پیش آنے اور انکی مدد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح ہوں گے، یہ کہتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اپنی بیچ کی دو انگلیوں (سبابہ اور وسطی) سے اشارہ کیا اور انہیں آپس میں ملایا۔ (بخاری۔٥٣٠٤)، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے مسلمانوں کے درمیان سے کسی یتیم کی کفالت کی اور اسکی پرورش کی تو وہ یقیناً جنت میں جائے گا اگر اس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جسے معاف نہیں کیا جاتا ہو۔ (ترمذی۔١٩١٧)، یتیم کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالی نے دوسرا حکم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دیا کہ آپ کسی سائل کو جو آپ کے پاس اپنی ضرورت یا کوئی حاجت یا کوئی مسئلہ لیکر آئے یا علم کی کوئی بات سیکھنے کے لئے آئے تو آپ انہیں کبھی نہ جھڑکیں، اگر آپ کے پاس وہ چیز ہے جس سے آپ اسکی مدد کر سکتے ہوں تو اسے مہیا کر دیجئے ورنہ بھلے اور اچھے طریقہ سے اسے منع فرما دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کو بڑی مضبوطی سے تھاما اور حتی المقدور مدد کی اور آپ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ''بردہ'' چادر لیکر آئیں اور اس نے آپ علیہ السلام سے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور میں یہ چادر آپ کو پہنانا چاہتی ہوں، آپ علیہ السلام نے اس عورت کا یہ تحفہ قبول فرمایا اور آپ علیہ السلام کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی، اتنے میں ایک آدمی نے آپ علیہ السلام سے وہی چادر مانگ لی تو آپ علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے پھر آپ مجلس سے اُٹھے اور پھر طواف کیا اسکے بعد وہ چادر اس آدمی کے پاس بھجوادی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس آدمی سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ اس چادر کی آپ علیہ السلام کو ضرورت ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے اسکے باوجود تم نے یہ چادر مانگ لی؟ اس پر اس آدمی نے کہا کہ میں نے یہ چادر پہننے کی خواہش کی غرض سے نہیں مانگی بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ یہ چادر جو آپ علیہ السلام کے بدن سے مس ہوئی ہے میرا کفن بن جائے۔ (بخاری۔٢٠٩٣) الغرض آپ علیہ السلام نے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹنے دیا اگر آپ کے پاس ہوتا دے دیتے ورنہ کسی کو

اسکی مدد کرنے کا حکم فرماتے، پھر آخر میں اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو ذکر کرتے رہنے کی تلقین فرمائی کہ جو انعامات اور احسانات اللہ تعالی نے آپ پر کئے ہیں اسے بیان کیجئے اور اس پر اپنے رب کا شکر کرتے رہا کیجئے اس لئے کہ اللہ تعالی اپنے شکر کرنے والے بندوں کو پسند فرماتا ہے، اللہ کے نبی ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِينَ عَلَيْهَا، قَابِلِيهَا، وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا اے اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں پر شکر کرنے والا، اس پر آپکی تعریف کرنے والا اور انہیں قبول کرنے والا بنا، اور ان نعمتوں کو ہم پر پورا فرما (الجامع الصغیر۔۳۰۹۹)، یہ حکم صرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کے لئے ہے لہٰذا ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم ان عمدہ اخلاق وعادات کو اپنائیں اور انہیں اپنی زندگی کا جز بنالیں اللہ تعالی ہم تمام کو اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔بعض علماء نے فرمایا ہے کہ سورۂ ضحیٰ سے سورہ ناس تک ہر سورت کے اختتام پر تکبیر پڑھنا سنت ہے۔(تفسیر قرطبی۔ج،۲۰۔ص،۱۰۳) اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا

سورۃ الانشراح

﴿درس نمبر:۴﴾ **کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟** ﴿الانشراح:۱۔تا۔۴﴾

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۱) وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ (۲) الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ (۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۴)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔أَلَمْ نَشْرَحْ (اے نبی!) کیا نہیں کھول دیا ہم نے لَكَ آپ کیلئے صَدْرَكَ آپ کا سینہ؟ (۱) وَوَضَعْنَا اور ہم نے اُتار دیا عَنكَ آپ سے وِزْرَكَ آپ کا بوجھ (۲) الَّذِي أَنقَضَ وہ جس نے توڑ دی تھی ظَهْرَكَ آپ کی کمر (۳) وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کر دیا لَكَ آپ کے لیے ذِكْرَكَ آپ کا ذکر (۴)

ترجمہ:۔(اے پیغمبر!) کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کھول نہیں دیا O اور ہم نے تم سے تمہارا وہ بوجھ اُتار دیا ہے O جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی O اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے تذکرے کو اُونچا مقام عطا کر دیا ہے۔

سورہ کی فضیلت: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جس نے فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ

کے ساتھ سورۂ الم نشرح اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ الم تر پڑھا تو ہر دشمن کے ہاتھ اسکی طرف پہنچنے سے قاصر رہیں گے اور وہ اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ (تفسیر الثعلبی۔ ج،٥۔ص،٦٢٨)

تشریح: ان چار آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. اے پیغمبر! کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟۔

٢. ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

٣. ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو اونچا مقام عطا کر دیا۔

پچھلی سورت میں اللہ تعالی نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے کئے ہوئے انعامات کا تذکرہ فرمایا، اس سورت میں بھی اللہ تعالی نے انہیں انعامات کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو آپ علیہ السلام پر کئے گئے چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کے سینے کو نہیں کھولا؟ آپ کا دل نبوت سے پہلے بالکل ایمان وحکمت سے خالی تھا پھر ہم نے اسے کھول کر اسے ایمان وحکمت سے منور فرما دیا، یہ ہمارا انعام ہے جو ہم نے خاص کر آپ پر فرمایا، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک آدمی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خانہ کعبہ کے پاس ایک سونے والے اور ایک جاگنے والے کے درمیان لیٹا تھا کہ ایک کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ تینوں میں سے ایک (کو لینا ہے)، پھر وہ میرے پاس ایک سونے کا طشت لیکر آئے جس میں زم زم کا پانی تھا پھر انہوں نے میرے سینہ کو پیٹ تک چاک کیا اور میرا دل نکال کر اسے زم زم سے دھویا اور پھر اسے اپنی جگہ رکھ دیا اور پھر اس دل کو ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا۔ (ترمذی۔٣٣٤٦)، یہ خاص انعام اللہ تعالی نے تمام انبیاء میں سے صرف آپ علیہ السلام پر فرمایا۔ اس انعام کے بعد اللہ تعالی نے نبی رحمت ﷺ پر کئے گئے دوسرے انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ سے اس بوجھ کو دور کر دیا جس نے آپ کے کمر توڑ رکھی تھی جو آپ کو بہت سخت اور کٹھن معلوم ہوتا تھا جس کی وجہ سے آپ پریشان اور غمزدہ رہا کرتے تھے۔

اسکے بعد ایک اور انعام کا ذکر فرمایا کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو اونچا فرما دیا، چاہے وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں، دنیا میں تو اس اعتبار سے کہ ہم نے آپ کے نام کو ہمارے نام سے ساتھ جوڑ دیا لہذا جہاں بھی ہمارا نام لیا جائے گا وہیں آپ کا نامِ مبارک بھی لیا جائے گا اور بندہ اس

وقت تک مومن نہیں کہلائے گا جب تک وہ ہمارے معبود ہونے کے ساتھ آپ کے نبی ہونے کی بھی گواہی نہ دے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ کو پتا ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس طرح آپ کا ذکر بلند فرمایا کہ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔(صحیح ابن حبان۔٤٧٥٩) یہ مقام ومرتبہ ہے ہمارے پیارے آقا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اللہ تعالی نے آپ کو عطاء فرمایا۔

﴿درس نمبر:۵﴾ مشکلات کے ساتھ آسانیاں بھی ہوتی ہیں ﴿الانشراح:۵۔تا۔۸﴾

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۵) إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (٦) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ (٧) وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب (٨)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ پھر یقیناً (ہر) تنگی کے ساتھ يُسْرًا آسانی ہے (۵) إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ بلاشبہ (ہر) تنگی کے ساتھ يُسْرًا آسانی ہے (٦) فَإِذَا فَرَغْتَ چنانچہ جب آپ فارغ ہوجائیں فَانصَبْ تومحنت کیجئے (٧) وَإِلَىٰ رَبِّكَ اور اپنے رب کی طرف فَارْغَب چنانچہ رغبت کیجئے (٨)

ترجمہ:۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے O یقیناً مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے O لہٰذا جب تم فارغ ہوجاؤ تو (عبادت میں) اپنے آپ کو تھکاؤ O اور اپنے پروردگار ہی سے دل لگاؤ۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔

٢. یقیناً مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔

٣. جب آپ فارغ ہوجاوتو اپنے آپ کو عبادت میں تھکاو۔

٤. اپنے پروردگار ہی سے دل لگاو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے انعامات کو بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالی نبی

رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے نبی! اب چونکہ آپ کی تبلیغ کی یہ ابتدا ہے اور آپ ایسی قوم کو ہدایت کی جانب بلانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں جو بڑی جھگڑالو اور جاہل قسم کی ہے جنہیں سمجھانا آسان نہیں ہے، لہٰذا آپ کو اپنے اس سفر میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور مشقتیں، تکالیف اور اذیتیں سہنی پڑیں گی لیکن اللہ تعالی کا آپ سے یہ وعدہ ہے کہ یہ تکالیف و مصائب ہمیشہ نہیں رہیں گی بلکہ کچھ وقت تک رہیں گی پھر اس کے بعد آسانیاں، راحتیں اور آسائشیں آنے والی ہیں اسی کو فرمایا فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کہ جب بھی کوئی پریشانی اور مصیبت آتی ہے تو وہ اپنے ساتھ راحت وسکون بھی لے آتی ہے، اسکے بعد بطور تاکید پھر سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خوش ہوجاؤ آسانی آگئی اور تنگی تو آسانی پر کبھی غالب نہیں آئے گی۔ (الدر المنثور۔ ج ۸۔ ص ۵۵۰)، اور حضرت انس رضی اللہ سے مروی ہے کہ اگر تنگی آئے اور اس پتھر میں داخل ہوجائے تو آسانی اس پر غالب آئے گی اور اسے نکال لائے گی۔ (کنز العمال۔ ۲۹۴۷)۔ اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ مشرکین مکہ آپ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو غریبی اور فقیری پر عار دلایا کرتے تھے جس سے انہیں دلی تکلیف ہوتی تھی اس پر اللہ تعالی نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ یہ تنگی تو بس کچھ ہی دن کی ہے اسکے بعد فراوانی آنے والی ہے بس تم لوگ صبر سے کام لو اور اپنے ایمان پر جمے رہو۔

اسکے بعد آخر میں اللہ تعالی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہے ہیں کہ اے نبی! جب آپ اپنی ان تمام مشغولیتوں یعنی تبلیغ دین، تعلیم دین اور جہاد وغیرہ جیسی عبادتوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالی کی خالص عبادت میں لگ جاؤ اور اپنے آپ کو اس عبادت میں تھکا دو اور ساری چیزوں سے غافل ہو کر اپنے پروردگار سے دل لگا لو اور اسی کے سامنے گڑگڑا کر اپنی حاجتیں اور منتیں مانگو یقیناً وہ آپ کو کبھی نامراد نہیں لوٹائے گا۔ ان آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً تبلیغ دین اور تعلیم دین اور دیگر تمام اہم امور دینیہ کا ادا کرنا عبادت تو ہے لیکن ان سب عبادتوں سے افضل اللہ تعالی کا ذکر ہے جس کا حکم آپ علیہ السلام کو دیا گیا، اللہ تعالی ہم تمام کو اپنی عبادت اور ذکر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

سورة التين

﴿درس نمبر:٦﴾ انسان کو بہترین سانچہ میں ڈھال کر پیدا کیا ﴿التین:١-تا-٥﴾

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (١) وَطُورِ سِينِينَ (٢) وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (٣) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (٤) ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ (٥)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالتِّينِ قسم ہے انجیر کی! وَالزَّيْتُونِ اور زیتون کی (١) وَطُورِ سِينِينَ اور طور سینا کی (٢) وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ اور اس پُرامن شہر کی (٣) لَقَدْ البتہ یقیناً خَلَقْنَا الْإِنسَانَ ہم نے انسان کو پیدا کیا فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ بہترین شکل وصورت میں (٤) ثُمَّ رَدَدْنَاهُ پھر ہم نے اس کو لوٹا دیا أَسْفَلَ سَافِلِينَ پستوں سے بھی پست تر (٥)

ترجمہ:۔ قسم ہے انجیر اور زیتون کی O اور صحرائے سینا کے پہاڑ طور کی O اور اس امن وامان والے شہر کی O کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے O پھر ہم اُسے پستی والوں میں سب سے زیادہ نچلی حالت میں کر دیتے ہیں۔

سورہ کی فضیلت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ میں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورہ ''والتین والزیتون'' پڑھتے سنا اور میں نے آپ سے اچھی آواز کسی کی نہیں سنی۔ (بخاری۔٧٦٩)

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. قسم ہے انجیر وزیتون کی۔

٢. قسم ہے صحرائے سینا کے پہاڑ طور کی۔

٣. قسم ہے اس امن وامان والے شہر کی۔

٤. اللہ تعالی نے انسان کو بہترین سانچہ میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔

٥. پھر اللہ اسے پستی والوں میں سے سب سے زیادہ نچلی حالت میں کر دیتے ہیں۔

اس سورت میں اللہ تعالی انسان کی حالت بیان فرما رہے ہیں اور آخری انجام کس کا کیا ہونے والا ہے؟ یہ بھی بیان فرمایا چنانچہ اللہ تعالی نے اس سورت میں چار چیزوں کی قسم کھائی " انجیر، زیتوں، طور

پہاڑ اور امن والے شہر یعنی مکۂ مکرمہ کی، ان چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالی نے یہ بتایا کہ یہ چیزیں کتنی عظمت والی ہیں؟ چنانچہ انجیر کے اتنے بیش بہا فائدے ہیں کہ انسان اگر اسے اپنی غذا بنالے تو وہ کئی بیماریوں سے نجات پاسکتا ہے جیسا کہ اطباء نے کہا کہ انجیر ایسی غذا ہے جو جلد ہضم ہوجاتی ہے اور طبیعت کو چست کرتی ہے، بلغم کو دور کرتی ہے، گردوں کو صاف کرتی ہے، بدن کو موٹا کرتی ہے، مثانہ میں موجود کچرے کو دور کرتی ہے، جگر کے مسامات کو کھولتی ہے اسکے علاوہ اور بہت سارے فائدہ اس میں اللہ تعالی نے رکھے ہیں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے انجیر کی قسم کھائی۔ زیتون کے بھی بے شمار فائدے ہیں کہ یہ غذا کے طور پر بھی استعمال ہوئی ہے اور اسکا تیل بھی نکال کر مختلف کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہ کھانے کے لئے، بدن کی مالش کے لئے، اطباء اپنی دواوں میں بھی اسکا استعمال کرتے ہیں، خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انجیر کھاو اور اسکا تیل استعمال کرو اس لیے کہ یہ ایک مبارک درخت کا پھل ہے۔ (مشکوۃ۔ ۴۲۲۱) اسکے بعد اللہ تعالی نے صحرائے سینا میں واقع طور پہاڑ کی قسم کھائی اس لئے کہ یہ بھی بڑی عظمت والا پہاڑ ہے اس لحاظ سے کہ یہی وہ پہاڑ ہے کہ جس پر اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہی وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنی تجلی ظاہر فرمائی تھی جب حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی کو دیکھنے کی التجا فرمائی تھی، جب اللہ تعالی نے اپنی تجلی اس پہاڑ پر فرمائی تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا، اب چونکہ اللہ تعالی کی تجلی اس پہاڑ پر ظاہر ہوئی تھی اس بناء پر یہ پہاڑ بھی عظمت والا ہوگیا اسی لئے اللہ تعالی نے اسکی قسم کھائی پھر آخر میں اللہ تعالی نے امن والے شہر یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھائی، اسے امن والا شہر اس لئے کہا گیا کہ جو کوئی بھی اس شہر میں داخل ہوگیا وہ مامون ہوگیا کہ اب کوئی اس شخص کو اس شہر میں نہ تو سزا دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ایذا پہنچا سکتا ہے اور چونکہ اس شہر ہی میں اللہ تعالی کا مبارک ومکرم گھر خانۂ کعبہ موجود ہے اس لحاظ سے بھی اس شہر کی عظمت دوگنی ہوجاتی ہے الغرض ان تمام قسموں کے بعد اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ جتنی بھی مخلوقات کو ہم نے پیدا کیا ہے ان تمام مخلوقات میں اگر سب سے خوبصورت کوئی مخلوق ہے تو وہ ہے انسان کہ اسکی پیدائش بہت ہی عمدہ طور پر کی گئی اور اسکی عمدگی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے خود اسے اپنے ہاتھ سے بنایا، پھر اس میں اپنی روح پھونکی جس کے سبب اس میں جان آگئی، اب اللہ تعالی نے جسے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہو اسکی خوبصورتی کی کیا مثال ہوسکتی ہے، اب جبکہ اللہ تعالی نے اس انسان کو بنایا ہے تو اس

انسان کو چاہیئے تھا کہ وہ اسی رب کی عبادت کرے، اسی کی اطاعت کرے، اسی کا حکم مانے اور اسی کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلے، لیکن ان میں سے کچھ انسان ایسے ہیں جو اس پیدا کرنے والے رب کو چھوڑ کر شیطان کے راستہ پر چلنے لگے، اللہ کے حکموں کو چھوڑ کر شیطان کے بتلائے ہوئے راستہ کو اپنا نے لگے جسکے سبب اللہ تعالی نے انہیں اَسۡفَلَ سَافِلِيۡنَ میں سے بنادیا یعنی جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ان لوگوں کا ٹھکانہ بنادیا۔ اللہ تعالی ہم تمام کو اپنی نافرمانی و ناراضگی سے بچائے اور جنت میں جانے والوں میں ہمارا شمار فرمائے، آمین۔

﴿درس نمبر:۷﴾ کیا اللہ تعالی سارے حکمرانوں سے بڑھ کر نہیں ہے؟ ﴿التین:۶-تا-۸﴾

إِلَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۶) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ (۷) أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكِمِينَ (۸)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ إِلَّا الَّذِينَ مگر وہ لوگ جو ءَامَنُوا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے فَلَهُمْ تو ان کیلئے ہے أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ غیر منقطع اجر (۶) فَمَا پھر (اے انسان!) کونسی چیز يُكَذِّبُكَ تجھے جھٹلانے پر (آمادہ) کرتی ہے بَعْدُ اس کے بعد بِالدِّينِ جزا کو (۷) أَلَيْسَ اللَّهُ کیا اللہ نہیں ہے بِأَحْكَمِ بڑا حاکم الْحَكِمِينَ سب حاکموں سے (۸)

ترجمہ:۔ سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کئے تو اُن کو ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا O پھر (اے انسان!) وہ کیا چیز ہے جو تجھے جزا و سزا کو جھٹلانے پر آمادہ کر رہی ہے؟ O کیا اللہ سارے حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔

۲. ایسے لوگوں کو اللہ تعالی ایسا اجر دیگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

۳. اے انسان! وہ کیا چیز ہے جو تجھے جزا و سزا کو جھٹلانے پر آمادہ کر رہی ہے؟۔

٤. کیا اللہ تعالی سارے حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟۔

پچھلی آیت میں بیان کیا گیا کہ جب اللہ تعالی نے انسان کو پیدا فرمایا تو کچھ لوگوں نے اسکی نافرمانی کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا، اب اس آیت میں بیان کیا جارہا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اس جہنم

ہیں جانے سے محفوظ رہیں گے، چنانچہ فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر، اسکے رسول پر، اسکی بھیجی ہوئی کتابوں پر، جنت وجہنم پر، قیامت کے دن اٹھائے جانے پر ایمان لایا ہو، بس ایمان ہی کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ساتھ ان باتوں پر عمل بھی کیا ہو جو اس رب نے اور اسکے رسول نے کہا ہے، وہ لوگ برے اعمال سے بچتے ہوئے نیک اعمال کرتے رہے ہوں تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالی ایسا اجر دیگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا یعنی جنت میں اسے داخل کیا جائے گا جہاں کی نعمتیں اور آسائشیں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور نہ ہی اسے خود وہاں موت آئے گی لہٰذا وہ وہاں تمام عمر نعمتوں میں گزارے گا۔ اور ایک تفسیر اس آیت کی یہ کی گئی کہ جو کوئی بھی درازعمر کی وجہ سے اللہ تعالی کی عبادت اور اسکے فرائض کو ادا نہ کرسکتا ہو تو اللہ تعالی اسے اسکی جوانی میں کئے ہوئے اعمال کا ثواب عطاء کریگا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب بندہ اپنی جوانی میں تمام اطاعت والے کام کرتا رہا ہو اور پھر ایسا بوڑھا ہو گیا کہ اسکی عقل جاتی رہے تو اللہ تعالی اسے ان اعمال کا ثواب عطاء کریگا جو وہ اپنی جوانی میں کیا کرتا تھا، اور اس بڑھاپے میں اسکی عقل کے جانے کے سبب جو نافرمانیاں اس سے سرزد ہوئی ہیں اس پر کوئی مواخذہ نہیں فرمائے گا اس لئے کہ وہ مومن ہے اور اس نے اپنی جوانی میں اللہ کی اطاعت والے کام کئے تھے۔ (تفسیر طبری۔ج، ٢٤۔ص، ٥١٨) اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب ہم نے تمہیں اچھے سانچہ میں پیدا کیا اور پھر تمہیں اچھے اور برے کام بھی بتلا دئے اور یہ بھی بتلا دیا کہ برے اعمال کا کیا انجام ہونے والا ہے اور اچھے اعمال کا کیا؟ اور پھر تمہاری رہنمائی کے لئے ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجے، تو پھر اب اس بات کو جھٹلانے کی تمہارے پاس کیا وجہ ہے؟ جب ہم نے خود تم سے یہ بیان فرمادیا کہ یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور تمہارا حساب وکتاب لیا جائے گا تو پھر تم ہماری ان باتوں کو کیوں جھٹلاتے ہو؟ کیا ہم سب حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہیں کہ جس کے سبب تمہیں ہماری بات پر یقین نہ آتا ہو؟ یقیناً ہم سب سے بڑے حاکم وحکمران ہیں اور ہم تمہارا پورا پورا حساب لیں گے اور ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرینگے، نیکی پر اجر اور برائی پر سزا دیں گے لیکن تم لوگ ہو کہ اس بات سے غافل بنے بیٹھے ہو، لیکن کل جب تمہارا حساب لیا جائے گا تو اس وقت تمہاری یہ غفلت دور ہو جائے گی اور ہماری اس بات کا یقین آجائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کوئی سورہ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھے اور یہ آیت أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ پڑھے تو اسے چاہیئے کہ وہ بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ بھی پڑھ لے۔ (ترمذی۔ ٣٣٤٧) یقیناً ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ سب سے بڑے حاکم ہیں۔

سورۃ العلق

﴿درس نمبر:۸﴾ **پڑھو اپنے رب کا نام لے کر** ﴿العلق:۱-تا-۵﴾

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ (۱) خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ (۲) اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ (۳) الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ (۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ :۔ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ پڑھیے اپنے رب کے نام سے الَّذِىۡ خَلَقَ وہ جس نے پیدا کیا (۱) خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ اس نے انسان کو پیدا کیا مِنۡ عَلَقٍ جمے ہوئے خون سے (۲) اِقۡرَاۡ پڑھیے وَرَبُّكَ اور آپ کا رب الۡاَكۡرَمُ بڑا کریم ہے (۳) الَّذِىۡ وہ ذات جس نے عَلَّمَ (علم) سکھایا بِالۡقَلَمِ قلم کے ذریعے سے (۴) عَلَّمَ اس نے سکھایا الۡاِنۡسَانَ انسان کو مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا (۵)

ترجمہ :۔ پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیاO اُس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے O پڑھو اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے O جس نے قلم سے تعلیم دیO انسان کو اُس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا۔

سورہ کی فضیلت: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ شروع میں رسول اللہ ﷺ کو سچے خواب دکھائے جانے لگے۔ پھر آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہا اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَO خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ O اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ کہ آپ پڑھئے، اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو پیدا کیا ہے) جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔آپ پڑھا کیجئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔(بخاری۔٤٩٥٥)

تشریح :ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. پڑھو اپنے پروردگار کا نام لیکر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔

٢. اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔

٣. پڑھو اور آپ کا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے۔

٤. جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔

۵. انسان کو اس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پچھلی سورت میں اللہ تعالی نے انسان کی خوبصورت پیدائش کے بارے میں بیان فرمایا اب اس سورت میں اللہ تعالی انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ اسے بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ میں آخرت کے جو احوال ہیں جس کا مختصر سا تذکرہ پچھلی سورت میں کیا گیا، یہاں اسے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھئے جس نے سب کچھ پیدا کیا، جس نے انسان کو بھی بہترین سانچہ میں پیدا کیا اور پھر اسے اللہ تعالی نے تعلیم سے مزین فرمایا، اور اے نبی! آپ ساری کائنات میں سب سے افضل ہیں لہذا اللہ تعالی بھی آپ کو تعلیم سے مزین کرنا چاہتا ہے، وہ جانتا ہے کہ آپ پڑھنا نہیں جانتے لیکن چونکہ اسکی قدرت ایسی ہے کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے، لہذا آپ بس اسکے کلمات کو دہرائیے باقی اللہ تعالی آپ کو یہ سب کچھ سکھلا دے گا۔

یہ سب سے پہلی وحی ہے جو آپ علیہ السلام پر بھیجی گئی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خواب سے ہوئی کہ جو بھی آپ خواب دیکھتے وہ صبح صحیح ثابت ہوتے پھر قدرتی طور پر آپکی طبیعت میں گوشہ نشینی آگئی تو آپ توشہ اپنے ہمراہ لیکر غار حرا میں بیٹھ جاتے اور وہاں عبادت میں مشغول رہتے، جب تک توشہ ختم نہ ہوتا آپ وہیں رہتے اور جب توشہ ختم ہوجاتا تو اپنی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور توشہ لیکر پھر واپس وہیں چلے جاتے، یہ سلسلہ ایسے ہی جاری تھا کہ آپ پر حق آگیا، ہوا یوں کہ آپ غار میں عبادت کر رہے تھے کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ پڑھو، آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے تو پڑھنا نہیں آتا، یہ جواب سن کر اس فرشتہ نے آپ علیہ السلام کو پکڑا اور زور سے دبایا کہ آپ علیہ السلام کی قوت جواب دینے لگی، پھر اس فرشتہ نے آپ کو چھوڑ کر دوبارہ پڑھنے کے لئے کہا ایسا ہی تین بار ہوا اور پھر چوتھی بار اس فرشتہ نے کہا کہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ پڑھو اپنے پروردگار کا نام لیکر جس نے سب کچھ پیدا کیا، جس نے انسان کو بھی خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، لہذا آپ پڑھو یقیناً آپکا پروردگار بہت کرم والا ہے، لہذا آپ علیہ السلام نے بھی ان کلمات کو دہرایا اور انہیں کلمات کے ساتھ آپ واپس اپنے گھر لوٹ گئے اس وقت آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ (بخاری۔ ۳)۔ اسکے بعد اللہ تعالی نے بنی آدم کی پیدائش کے بارے میں فرمایا کہ اس نے

انسان کو تو بس ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا یعنی بس ایک نطفہ جو عورت کے رحم میں پڑا اس رب نے اس نطفہ کو خون کے لوتھڑے میں تبدیل کیا اور پھر وہ خون کا لوتھڑا مرحلہ وار ہوتا ہوا انسانی شکل اپنا لیا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جسکے آگے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے، جب وہ ایک خون کے لوتھڑے کو انسانی ڈھانچہ میں تبدیل کرسکتا ہے تو کیا وہ آپ کو جو کہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے پڑھانے پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور رکھتا ہے آپ بس اس فرشتہ کی بات مان کر اسکے کہے ہوئے کلمات کو اپنے رب کا نام لیکر دہرائیے باقی ان کلمات کو آپکی زبان پر جاری کرنا یہ آپ کے پروردگار کا کام ہے إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (القیامۃ ۔ ۱۷) اور آپ کا پروردگار تو بڑا کرم کرنے والا ہے۔ اس نے انسان کو تو تعلیم قلم کے ذریعہ دی اور اس قلم کے ذریعہ اسے وہ سب کچھ سکھلایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا، اب چونکہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ انسان قلم کے ذریعہ ہی تعلیم حاصل کرتا ہے اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ کرتا ہے، اگر کوئی چیز لکھی ہوئی نہ ہو تو اسے محفوظ کر پانا مشکل ہوتا ہے، لیکن آپ کا معاملہ ایسا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قاعدہ سے ہٹ کر تعلیم دی اور اسے آپ کے سینہ میں محفوظ بھی فرما دیا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا اللہ نے آپ کو وہ باتیں سکھلائی ہیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔ (النساء ۔ ۱۱۳)، اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر تو ہمیشہ بہت زیادہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی شان والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿درس نمبر: ۹﴾ کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ﴿العلق: ۶ ۔ تا ۔ ۱۴﴾

كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ (۶) أَن رَّءَاهُ اسْتَغْنَىٰٓ (۷) إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰٓ (۸) أَرَءَيْتَ الَّذِى يَنْهَىٰ (۹) عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ (۱۰) أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰٓ (۱۱) أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰٓ (۱۲) أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ (۱۳) أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ (۱۴)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔ كَلَّآ یقیناً إِنَّ الْإِنسَٰنَ بلاشبہ انسان لَيَطْغَىٰٓ البتہ سرکشی کرتا ہے (۶) أَن رَّءَاهُ اسْتَغْنَىٰٓ کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ دیکھتا ہے (۷) إِنَّ بلاشبہ إِلَىٰ رَبِّكَ آپ کے رب (ہی) کی طرف الرُّجْعَىٰٓ واپسی ہے (۸) أَرَءَيْتَ بھلا بتلاتو سہی الَّذِى يَنْهَىٰ وہ شخص (ابوجہل) جو روکتا ہے (۹) عَبْدًا ایک بندے (محمد ﷺ) کو إِذَا صَلَّىٰٓ جب وہ نماز پڑھتا ہے (۱۰) أَرَءَيْتَ بھلا بتلا

توسہی إِن كَانَ اگر ہووہ (نمازی) عَلَى الْهُدَىٰٓ ہدایت پر (۱۱) أَوْ أَمَرَ یا وہ حکم دیتا ہو بِالتَّقْوَىٰٓ
تقویٰ کا (۱۲) أَرَءَيْتَ بھلا بتلاتوسہی إِن كَذَّبَ اگر اس نے جھٹلایا وَتَوَلَّىٰٓ اور روگردانی کی (۱۳)
أَلَمْ يَعْلَم کیا اس نے نہیں جانا بِأَنَّ اللَّهَ کہ بلاشبہ اللہ يَرَىٰ دیکھ رہا ہے (۱۴)

ترجمہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے O کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O سچ تو یہ ہے کہ تمہارے پروردگار ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے O بھلا تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ (۹-۱۰) بھلا بتلاؤ کہ اگر وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر ہو O یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو (تو کیا اُسے روکنا گمراہی نہیں؟) O بھلا بتلاؤ کہ اگر وہ (روکنے والا) حق کو جھٹلاتا ہو اور منہ موڑتا ہو O کیا اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

تشریح :ان نو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔
۲. بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے؟۔
۳. بھلا بتلاو کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا ہدایت پر ہو یا تقوی کا حکم دیتا ہو تو کیا اسے روکنا گمراہی نہیں ہے؟
٤. بھلا بتلاو کہ اگر وہ روکنے والا حق کو جھٹلاتا ہو اور منھ موڑتا ہو کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ انسان کو سرکشی اپنانے پر ڈرا رہے ہیں کہ خبردار! کبھی سرکشی اختیار مت کرنا ورنہ انجام بہت برا ہوگا، چنانچہ فرمایا کہ ہم نے انسان کو ایک معمولی سے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا اور پھر اسے تعلیم دی، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اسکے بعد سرکشی پر اتر آئے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگے، اللہ تعالی کے احکامات کو ٹھکرایا اور اسکے رسولوں کو جھٹلانے لگے، کیا ان سرکشوں کو معلوم نہیں کہ انہیں ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر آپ کے پروردگار کے پاس جس نے انہیں وجود بخشا، لوٹ کر جانا ہے؟ وہ لوگ اس حقیقت کو بھول چکے ہیں کہ انہیں دوبارہ لوٹ کر اللہ تعالی ہی کے پاس آنا ہے اس لئے یہ سرکشی میں ڈوبے ہوئے ہیں، ایسا ہی ایک سرکش شخص وہ تھا جو ہمارے ایک بندے یعنی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو روکتا تھا جب وہ نماز پڑھتے تھے، کیا نماز پڑھنے والے ہدایت پر رہنے والے اور تقوی کا

حکم دینے والے نیک انسان کو نیکی سے روکنا جرم نہیں ہے؟ یقیناً ایسا کرنا جرم ہے اور اس انسان نے یہ جرم کیا ہے، یہ جرم کرنے والا شخص ایسا ہے کہ وہ حق بات سے منہ موڑتا ہے وہ حق بات یہ ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ اللہ کے پاس حساب و کتاب کے لئے آنا ہے، یہ شخص اس بات کا انکار کرتا ہے اور کیا اس شخص کو ایسی حرکت کرتے وقت یہ خیال نہیں آیا کہ اللہ تعالی اسکی اس حرکت کو دیکھ رہا ہے؟ کیا اسے اللہ تعالی کی پکڑ اور سزا سے ڈر نہیں لگتا؟ یقیناً اللہ تعالی اس شخص کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور فرشتے اسے لکھ رہے ہیں، پھر جب وہ اللہ کے پاس آئے گا تو اسے اس پر سزا دی جائے گی اور وہ سزا کیا ہوگی؟ اسے اگلی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے، مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہاں جس انسان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اس سے مراد ابو جہل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے تو میں انکی گردن کو روندوں گا، جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اسے دیکھتے ہی دبوچ لیتے۔ (ترمذی۔ ۳۳۴۸) ایک واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو ابو جہل آیا اور کہنے لگا کہ کیا میں نے تمہیں ایسا کرنے سے منع نہیں کیا؟ اور وہ یہ بات بار بار دہرانے لگا، جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اسے خوب ڈانٹا جس پر اس نے کہا کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ کسی کے ہم نشین نہیں ہیں (یعنی وہ آپ کو دھمکانے لگا) اسکی اس بات پر اللہ تعالی اگلی آیتیں فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ۔ الخ نازل فرمائیں۔ (ترمذی۔ ۳۳۴۹)

﴿درس نمبر: ۱۰﴾

سجدہ کیجئے اور قریب آجائیے

﴿العلق: ۱۵۔ تا۔ ۱۹﴾

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (۱۵) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (۱۶) فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ (۱۷) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (۱۸) كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب (۱۹)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ كَلَّا ہرگز نہیں! لَئِن لَّمْ يَنتَهِ البتہ اگر نہ رکا وہ لَنَسْفَعًا (تو) ہم ضرور گھسیٹیں گے (اسے) بِالنَّاصِيَةِ پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر) (۱۵) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ پیشانی جھوٹی خطا کار (۱۶) فَلْيَدْعُ چنانچہ چاہیے کہ وہ بلا لے نَادِيَهُ اپنی مجلس کو (۱۷) سَنَدْعُ عنقریب ہم بھی بلا لیں گے الزَّبَانِيَةَ عذاب کے فرشتوں کو (۱۸) كَلَّا ہرگز نہیں! لَا تُطِعْهُ اطاعت

نہ کریں آپ اس کی **وَاسْجُدْ** اور سجدہ کیجئے **وَاقْتَرِبْ** اور (اللہ کا) قرب حاصل کیجئے (۱۹)

ترجمہ: ۔خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم (اُسے) پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے O اُس پیشانی کے بال جو جھوٹی ہے گنہگار ہے O اب وہ بلالے اپنی مجلس والوں کو! O ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے O ہرگز نہیں! اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور قریب آجاؤ۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. خبردار اگر وہ باز نہ آیا تو اللہ اسے پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

۲. اس کی پیشانی جو جھوٹی ہے، گنہگار ہے۔

۳. اب وہ بلالے اپنی مجلس والوں کو۔

٤. اللہ تعالی بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلالے گا۔

٥. ہرگز نہیں! آپ اسکی بات نہ مانیے۔

٦. سجدہ کیجئے اور قریب آجائیے۔

پچھلی آیتوں میں اس شخص کا ذکر تھا جس نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کرنے سے روکا تھا، ان آیتوں میں اللہ تعالی اسے خبردار کر رہے ہیں کہ اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آیا تو اسکا انجام آخرت میں بہت برا ہونے والا ہے اور وہ انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالی کے حکم سے دوزخ کے فرشتے اسے دوزخ کی جانب اس شخص کی جس نے آپ علیہ السلام کو عبادت کرنے سے روکا تھا، پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اور ذلیل کرتے ہوئے لے جائیں گے اور جہنم کی دہکتی آگ میں جھونک دیں گے۔ یہ سزا اس سبب سے کہ وہ اپنی باتوں میں جھوٹا تھا، اللہ کا نافرمان اور گنہگار تھا، یہ واقعہ پچھلے درس میں گزر چکا کہ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے آپ کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر اسے ڈانٹا تو اس نے بڑے ہی تکبرانہ انداز میں آپ سے کہا تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سارے عرب میں میرے ہم نشینوں سے زیادہ کسی اور کے ہم نشین نہیں ہیں یعنی اس نے آپ کو دھمکی دینی چاہی تھی کہ کچھ کرنے اور بولنے سے پہلے سوچ لو کہ اگر میں اپنے ہم نشینوں کو بلالوں تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ اسکی اسی بات پر کہا گیا کہ جب اللہ تعالی کے فرشتے اسے دوزخ میں پھینکیں گے تو اس سے کہیں گے کہ جا جن ہم نشینوں پر تجھے غرور و گھمنڈ تھا اب انہیں بلالا اور اپنے آپ کو

اس جہنم کے عذاب سے بچالے، یہ سوال اللہ تعالی مزید رسوا کرنے کے لئے کہیں گے، اس لئے کہ اس وقت اسے معلوم ہوجائے گا کہ کوئی اسکی مدد کو آنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اپنے ہم نشینوں کو بلائے گا تو ہم بھی اپنے دوزخ پر مقرر فرشتوں کو آواز دیں گے، تیرے ہم نشیں تو آئیں گے نہیں لیکن ہمارے فرشتے ہماری ایک صدا پر لبیک کہتے ہوئے آجائیں گے اور اس وقت تیرا حشر کیا ہوگا اس سے تو بھی بخوبی واقف ہے۔ اللہ تعالی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمارہے ہیں کہ یہ ابوجہل جس بات پر اڑا ہوا ہے وہ بالکل درست نہیں ہے کسی کو عبادت سے روکنا اور سرکشی کرنا وغیرہ لہٰذا اے نبی! آپ اس سرکش کی باتوں میں مت آئیے اور اسکی دھمکیوں کی کوئی فکر نہ کیجئے ہم اسے دیکھ لینگے آپ تو بس اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوتے رہیئے بلکہ اپنی عبادت میں اور خشوع وخضوع لائیے اور اپنے رب کی قربت حاصل کرتے رہا کیجئے یقیناً اللہ تعالی آپ کا حامی وناصر ہے۔ یہاں اللہ تعالی نے سجدہ کو اپنی قربت کا ذریعہ بتلایا ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو وہ اپنے رب کے بہت ہی قریب ہوجاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے اس وقت سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جبکہ وہ سجدہ کررہا ہوتا ہے لہٰذا تم لوگ سجدہ کی حالت میں کثرت سے دعا مانگا کرو۔ (مسلم۔٤٨٢) اللہ تعالی ہمیں بھی اپنی عبادت کرنے والا اور متقی بنائے آمین۔ اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت پر سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے لہٰذا سجدہ کرلیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدہ کیا۔ (نسائی۔٩٦٧)

سورۃ القدر

﴿درس نمبر۔١١﴾ **یہ رات سراپا سلامتی ہے** ﴿القدر۔١۔تا۔٥﴾

إِنَّآ أَنْزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلَٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ إِنَّآ بلاشبہ ہم نے أَنْزَلْنَٰهُ نازل کیا اس (قرآن) کو فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر

میں (۱) وَمَآ اور کس چیز نے أَدْرَىٰكَ خبر دی آپ کو مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ کیا ہے لیلۃ القدر؟ (۲) لَيْلَةُ الْقَدْرِ لیلۃ القدر خَيْرٌ بہتر ہے مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ایک ہزار مہینوں سے (۳) تَنَزَّلُ الْمَلَٰٓئِكَةُ فرشتے نازل ہوتے ہیں وَالرُّوحُ اور روح (جبرئیل) فِيهَا اس (رات) میں بِإِذْنِ رَبِّهِم اپنے رب کے حکم سے مِّن كُلِّ أَمْرٍ ہر کام کے لیے (۴) سَلَٰمٌ سلامتی (ہی سلامتی) ہے هِيَ وہ (رات) حَتَّىٰ یہاں تک کہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ فجر طلوع ہو (۵)

ترجمہ:۔ بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے O اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا چیز ہے؟ O شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے O اُس میں فرشتے اور رُوح (جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر کام کے لئے اُترتے ہیں O وہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔

سورہ کی فضیلت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے وضوء کے بعد سورہ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ الْقَدْرِ ایک مرتبہ پڑھا تو وہ صدیقین میں شمار کیا جائے گا، دومرتبہ پڑھا تو شہداء میں شمار ہوگا اور تین مرتبہ پڑھنے سے اسکا حشر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوگا۔ (جامع الأحاديث للسيوطي۔ ۲۳۴۵۰)

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل فرمایا۔

۲. تمہیں معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے؟۔

۳. شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔

٤. اس رات فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کو لیکر اترتے ہیں۔

٥. یہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔

اس سورت میں قرآن کریم کے نزول سے متعلق بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا کہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو لیلہ القدر میں نازل فرمایا، قرآن کریم کو شب قدر میں نازل فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو اپنے پاس سے ایک ہی وقت میں سارے کا سارا آسمانی دنیا پر نازل فرمادیا پھر اسکے بعد تیئیس (23) سال کے عرصہ میں حسب ضرورت آپ علیہ السلام پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور

اس دنیا میں یہ قرآن تئیس سال کے عرصہ میں مکمل ہوا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قرآن لیلۃ القدر میں بیک وقت اس ذکر کے ساتھ نازل کیا گیا جو اللہ تعالی کے پاس ہے، پھر اسے بیت العزت میں جو کہ آسمان دنیا پر ہے رکھ دیا گیا اور پھر جبرئیل علیہ السلام اس کلام کو لیکر نبی رحمت ﷺ کے پاس بندوں کے کلام اور اعمال کے مطابق آتے رہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی۔۱۲۳۸۲) یہ تو معلوم ہو گیا کہ قرآن شبِ قدر میں نازل ہوا، لیکن یہ نہیں معلوم کہ شبِ قدر ہے کیا چیز؟ اسی کا سوال اللہ تعالیٰ آگے کر رہے ہیں کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ یہاں اللہ تعالی نے شب قدر کی معرفت سے متعلق جو سوال فرمایا وہ اسکی عظمت اور اونچی شان کو بتلانے کے لئے فرمایا کہ اسکی اہمیت اور عظمت کے بارے میں تمہیں کچھ پتہ بھی ہے؟ اسکے بعد خود اللہ تعالی نے اس کی عظمت اور شان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شب قدر ایک ہزار سال سے بھی افضل ہے بندہ اگر اس رات میں عبادت کر لے تو اس ایک رات کی عبادت کا ثواب اللہ تعالی ایک ہزار سال کی عبادت سے بھی بڑھ کر لکھ دیتے ہیں، اب یہ رات ہوتی کب ہے؟ اس بارے میں نبی رحمت ﷺ نے وضاحت فرمائی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آچکا ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالی نے تم پر روزے فرض کئے ہیں، یہ مہینہ اتنا مبارک ہے کہ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (بندہ کے لئے جنت کو پانا اس مہینہ میں عبادت کے ذریعہ دیگر مہینوں کے مقابلہ میں بہت آسان ہوتا ہے) اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں (یعنی بندہ اس مہینہ میں گناہ کرنے سے باز آجاتا ہے) اور شیطان کو بیڑیاں پہنائی جاتی ہیں (اسے قید کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ انسانوں کو نہ بہکائے) اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو اس مہینہ کی برکتوں اور خیر سے محروم رہ گیا یقیناً وہی محروم رہنے والا ہے۔(نسائی۔۲۱۰۶)، اس حدیث سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ رات رمضان کے مہینے میں ہوتی ہے لیکن رمضان کے مہینے میں کس دن ہوتی ہے؟ اسکے بارے میں حتمی اور یقینی طور پر پتا نہیں لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری۔۲۰۱۷) بعض روایات میں ہے کہ اسے اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرو۔(مسلم۔۱۱۶۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات کو سترویں، اکیسویں اور تئیسویں رات میں تلاش کرو۔(شعب الایمان۔۳٤۱۷) اور بعض روایات کے مطابق ستائیسویں رات کو شبِ قدر ہونے کی وضاحت ملتی ہے۔(شعب الایمان۔۳٤۱۵،۳٤۱٦) الغرض بہتر ہے کہ اس آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے، اسکے بعد اللہ تعالی نے اس رات میں انجام دئے جانے والے امور کو بیان فرمایا کہ اس رات ملائکہ اپنے پروردگار کا حکم لیکر اترتے ہیں یعنی اس رات تمام انسانوں کی تقدیریں لکھی جاتی ہے جو اگلے سال تک ہونے والی ہیں یعنی کسے کتنا رزق ملے گا، کب کس کی موت ہوگی؟ اگلے سال تک ہونے والی ہر چیز کو اس رات لکھا جاتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام بھی اس رات تشریف لاتے ہیں جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت لیکر آتے ہیں اور جو کوئی بھی بندہ کھڑے یا بیٹھے اللہ کی عبادت وذکر کرتا ہے اس پر رحمت اور سلامتی بھیجتے ہیں۔(مشکوٰۃ۔۲۰۹٦) آگے فرمایا کہ یہ رات تو سراپا سلامتی ہی سلامتی ہے کہ بندہ کو اپنی آخرت بنانے کا ایک سنہرہ موقع جو ملا ہے اور یہ رحمتیں، فضیلتیں اور برکتیں رات کے ایک مختصر حصہ میں ہی نہیں رہتیں بلکہ یہ سلسلہ فجر کے طلوع ہونے تک چلتا رہتا ہے بس جس نے اسکو پالیا اس نے سارے خیر کو پالیا اور جس نے اسے کھودیا اس نے سارے خیر اور بھلائی کو کھودیا اور اس سے بڑا محروم شخص کوئی نہیں اس لئے کہ پتا نہیں آگے آنے والا رمضان اور یہ رات اسکے مقدر میں ہے یا نہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شب قدر کو ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام (نوافل پڑھیں یا دیگر عبادتیں کی) کیا تو اسکے پچھلے سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔(بخاری۔۱۹۰۱) اس سورت کے شانِ نزول کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار سال تک ہتھیار پہنے رہا (ایک ہزار سال تک مسلسل جہاد میں تھا)، یہ سن کر صحابہ کو بڑا رشک ہوا (کہ کاش ہم بھی یہ ثواب حاصل کرپاتے) اس پر اللہ تعالی نے یہ سورت نازل فرمائی۔(السنن الکبری للبیہقی۔۸۵۲۲)

سورۃ البینۃ

﴿درس نمبر ۱۲﴾ **یہی سیدھی سچی امت کا دین ہے** ﴿البینہ ۱۔تا۔۵﴾

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (۱) رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفاً مُّطَهَّرَةً (۲) فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۳) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (۴) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ (۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ :۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ وہ لوگ نہیں تھے جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہلِ کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِينَ اور مشرکین مُنفَكِّينَ رکنے والے (کفر سے) حَتَّى یہاں تک کہ تَأْتِيَهُمُ آئے ان کے پاس الْبَيِّنَةُ واضح دلیل (۱) رَسُولٌ (یعنی) ایک رسول مِّنَ اللَّهِ اللہ کی طرف سے يَتْلُوا وہ پڑھے صُحُفاً مُّطَهَّرَةً پاکیزہ صحیفے (۲) فِيهَا ان (صحیفوں) میں كُتُبٌ قَيِّمَةٌ درست معتدل احکام ہوں (۳) وَمَا تَفَرَّقَ اور متفرق نہیں ہوئے الَّذِينَ وہ لوگ جو أُوتُوا الْكِتَابَ کتاب دیئے گئے إِلَّا مِن بَعْدِ مگر بعد اس کے مَا جَاءَتْهُمُ کہ آئی ان کے پاس الْبَيِّنَةُ واضح دلیل (۴) وَمَا أُمِرُوا حالانکہ وہ حکم نہیں دیئے گئے إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مگر یہ کہ وہ عبادت کریں اللہ کی مُخْلِصِينَ خالص کرتے ہوئے لَهُ اس کے لیے الدِّينَ بندگی حُنَفَاءَ یکسو ہو کر وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ اور وہ نماز قائم کریں وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ اور زکوٰۃ ادا کریں وَذَلِكَ اور یہی ہے دِينُ الْقَيِّمَةِ دین سیدھی (ملت) کا (۵)

ترجمہ :۔ جو لوگ کافر ہیں (یعنی) اہلِ کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی O (یعنی) اللہ کے پیغمبر جو پاک اوراق پڑھتے ہیں O جن میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں O اور اہلِ کتاب جو متفرق (ومختلف) ہوئے ہیں تو دلیل واضح کے آ جانے کے بعد (ہوئے ہیں) O اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (اور) یکسو ہو کر اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔

سورہ کی فضیلت: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت ابی بن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو سورۃ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سناؤں۔حضرت ابی بن کعب نے فرمایا، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، اس پر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرطِ مسرت سے رونے لگے۔(بخاری۔۳۸۰۹)

تشریح :ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. مشرکین اور اہل کتاب میں سے جو لوگ کافر تھے وہ اس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس روشن دلیل نہ آتی۔

۲. ایک اللہ کا رسول جو انہیں پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں سیدھی، سچی تحریریں لکھی ہوں۔

۳. جو اہل کتاب تھے انہوں نے الگ راستہ اس کے بعد ہی اختیار کیا جب ان کے پاس روشن دلیل آ چکی تھی۔

٤. انہیں تو بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہو کر اسی کے لئے خالص رکھیں۔

٥. نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔

٦. یہی سیدھی سچی امت کا دین ہے۔

بعض اہل کتاب تو وہ تھے جو آپ علیہ السلام پر آپکی بعثت سے پہلے ایمان لائے تھے لیکن بعض ان میں سے وہ لوگ تھے جو اپنے دین سے دور ہو کر کفر کرنے لگے اور ایسے ہی مشرکین بھی جو کہ اللہ تعالی کی عبادت میں دوسرے معبودوں کو شریک کرتے تھے اور یہ لوگ ایسے تھے کہ اپنے کفر سے اس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس اللہ کا کوئی پیغمبر ایک واضح دلیل کی شکل میں مبعوث ہو کر انہیں سیدھی راہ نہ دکھائے چنانچہ اسی مقصد کیلئے اللہ تعالی نے نبی رحمت ﷺ کو قرآن کریم کے پاک صحیفے جس میں کہ ہدایت کا واضح سامان موجود تھا بھیجا تا کہ آپ انہیں اس کتابِ الٰہی کے ذریعہ سیدھی راہ دکھا سکیں، لہٰذا جب آپ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اللہ کا وہ پیغام جو انہیں دیکر بھیجا گیا تھا، انکے سامنے رکھا اور کفر کو ترک کرنے اور سیدھی راہ اپنانے کی دعوت دی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے تو آپ کی دعوت کو قبول کیا اور ایمان لے آئے لیکن ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ کی بعثت

کے بعد ہی آپ کا انکار کرنے لگے۔ اہل کتاب کے بعض لوگ تو آپ کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لائے تھے کیونکہ انکی کتاب تورات میں آخری نبی کے مبعوث ہونے کی خبر موجود تھی اس لئے وہ ایمان لائے تھے لیکن جب آپ کو اللہ تعالی نے قریش میں نبی بنا کر بھیجا تو وہ آپکی رسالت کا انکار کرنے لگے کیونکہ انہیں توقع تھی کہ آخری نبی انہیں کی قوم بنی اسرائیل میں سے ہونگے لیکن چونکہ آپ علیہ السلام قریش عرب میں مبعوث ہوئے اس لئے آپ کا انکار کرنے لگے، اسی کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اہل کتاب تو اسکے بعد ہی الگ (گمراہی کا) راستہ اپنا لیا جبکہ انکے پاس واضح دلیل آچکی تھی، یعنی ان کی کتاب میں جس نبی کا ذکر تھا وہ نبی خود مبعوث ہوئے اور اپنے ساتھ ایسی کتاب بھی لائے جو انکی کتاب سے میل کھاتی تھی، اس قرآن میں اور ان کی کتاب تورات میں کچھ الگ نہیں تھا، اس میں بھی انہیں توحید کی طرف بلایا جارہا ہے اور اس میں بھی لیکن اس قدر وضاحت کے بعد بھی یہ لوگ آپ علیہ السلام کو نبی تسلیم کرنے سے انکار کر بیٹھے اور اس سیدھے راستہ کو چھوڑ کر الگ راستہ اپنا لیا، سورۂ شوری کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی اس بات کو بیان کیا گیا "وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ" لوگوں نے آپسی عداوتوں کی وجہ سے دین میں جو تفرقہ ڈالا وہ اسکے بعد ہی ڈالا جبکہ انکے پاس یقینی علم آچکا تھا۔ اللہ تعالی بیان فرمارہے ہیں کہ ان کافروں کے چاہے وہ اہل کتاب ہوں یا مشرکین، اس دین کو چھوڑنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ انہیں تو اس کتاب میں اچھی باتوں کا ہی حکم دیا جارہا ہے اور وہی احکام دئے جارہے ہیں جو انہیں انکی کتابوں میں دئے گئے تھے جیسے کہ ان سے کہا گیا کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت ہرگز نہ کرنا بلکہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کرنا اور یہ کہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں وغیرہ، یہ وہ احکام تھے جو پچھلی امتوں میں بھی نافذ تھے اور خود ان اہل کتاب کے پاس جو آسمانی کتاب ہے اس میں بھی یہی احکام ملتے ہیں اور یہی بالکل درست اور سیدھا راستہ ہے، تو پھر انکے جھٹلانے کی اور کیا وجہ ہوگی؟، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو کوئی اس اچھے اور سیدھے راستہ کو چھوڑ کر غلط راستہ اپناتا ہے وہ گمراہ ہوجاتا ہے اور ایسے گمراہوں کو کیا سزا دیجائے گی اسکا بیان اگلی آیت میں کیا جارہا ہے۔

﴿درس نمبر ۱۳﴾ ## مخلوق میں یہ لوگ سب سے بُرے ہیں ﴿البینہ ۶ ۔تا۔ ۸﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (٦) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (٧) جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (٨)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ إِنَّ الَّذِينَ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہلِ کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِينَ اور مشرکین فِي نَارِ جَهَنَّمَ (وہ ہوں گے) آتش جہنم میں خَالِدِينَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيهَا اس میں أُولَئِكَ هُمْ یہی لوگ ہیں شَرُّ الْبَرِيَّةِ بدترین خلائق (٦) إِنَّ الَّذِينَ بلاشبہ وہ لوگ جو آمَنُوا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے أُولَئِكَ هُمْ یہی لوگ ہیں خَيْرُ الْبَرِيَّةِ بہترین خلائق (٧) جَزَاؤُهُمْ ان کی جزا ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس جَنَّاتُ عَدْنٍ دائمی باغات تَجْرِي چلتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ان کے نیچے نہریں خَالِدِينَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيهَا ان میں أَبَدًا ہمیشہ رَضِيَ اللَّهُ اللہ راضی ہوا عَنْهُمْ ان سے وَرَضُوا اور وہ راضی ہوئے عَنْهُ اس (اللہ) سے ذَلِكَ لِمَنْ یہ (جزا) اس شخص کے لیے ہے جو خَشِيَ رَبَّهُ اپنے رب سے ڈر گیا (٨)

ترجمہ:۔ جو لوگ کافر ہیں (یعنی) اہلِ کتاب اور مشرک وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں O (اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں O ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش یہ (صلہ) اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١۔ یقین جانو! اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ لوگ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہینگے۔

۲. مخلوق میں یہ لوگ سب سے برے ہیں۔

۳. جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ مخلوق میں سب سے اچھے ہیں۔

٤. انکے پروردگار کے پاس ان کا انعام وہ سدابہار جنتیں ہیں جنکے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

٥. اللہ ان سے خوش ہوگا اور وہ اللہ سے۔

٦. یہ سب کچھ اسکے لئے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھتا ہو۔

اب ان آیتوں میں اللہ تعالی ان ایمان لانے اور نہ لانے والوں کی سزاؤں کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے کافروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالی کو معبود ماننے سے انکار کیا اور مشرکین بھی جنہوں نے اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی اسکی عبادت میں شامل کیا جبکہ وہ اللہ اکیلا اور تنہا ہے، اسکا کوئی شریک نہیں، لہذا یہ سب کے سب جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے اور اس جہنم کا ایندھن بنیں گے، اس جہنم میں وہ لوگ ہمیشہ ہمیش رہیں گے کہ نہ تو انہیں اس جہنم سے کبھی نکالا جائے گا اور نہ ہی انہیں اس جہنم میں کبھی موت آئے گی بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے اسی دردناک اور ذلت والے عذاب میں تڑپتے رہیں گے۔ انہیں یہ سزا اس لئے دی جارہی ہے کہ یہ لوگ مخلوق میں سب سے برے لوگ تھے کہ ان لوگوں نے اپنے اس خالق و مالک کو ماننے سے اور اسکی عبادت سے انکار کیا جس نے انہیں پیدا، انہیں روزی روٹی دی، انکی ہر پریشانی و آفت کو دور کیا، ان سب کے باوجود ان لوگوں نے اس مہربان رب کے سامنے اپنی پیشانی ٹیکنے سے انکار کیا جسکی انہیں یہ سزا دی جارہی ہے۔

اسکے برخلاف دوسری جانب کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے پیدا کرنے والے رب کو رب مانا اور اسی کی عبادت واطاعت کی، اس پر اور اسکے بھیجے ہوئے پیغمبر پر، اسکی کتابوں پر ایمان لے آئے اور جو جو احکامات انہیں دئے گئے اس پر عمل بھی کیا تو ایسے مخلص اور نیک بندے تو اللہ تعالی کی مخلوق میں سب سے اچھے اور نیک ہیں حتی کہ اللہ تعالی کی فرمانبردار مخلوق ملائکہ سے بھی بہتر ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ کا مقام اللہ تعالی کے یہاں اسکے بعض ملائکہ سے بھی افضل واکرم ہے۔ (ابن ماجہ۔ ۳۹٤۷) ایسے مخلص اور

نیک بندوں کو انعام بھی بہت عمدہ ملیگا اور وہ یہ کہ اللہ تعالی انہیں اپنی جنتوں میں داخل کریگا اور وہ جنتیں ایسی خوشنما اور شاندار ہونگیں کہ انکے نیچے سے پانی کے چشمے بہتے رہیں گے۔ اسکے علاوہ بھی انکے لئے ان جنتوں میں وہ ساری چیزیں مہیا کی جائیں گی جنکی وہ لوگ خواہش کرینگے وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ تمہارے لئے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو تم چاہو گے اور جو کچھ تم مانگو گے وہ سب کچھ دیا جائے گا (فصلت۔۳۱) یہ انکے پروردگار کی جانب سے انہیں بدلہ اور انعام کے طور پر ملیگا ان اعمال کے سبب جو کچھ انہوں نے اس دنیا میں اپنے رب کی خاطر کیا تھا، لہٰذا اللہ تعالی اپنے ایسے بندوں سے راضی ہوگا جو بس اسی کی مان کر زندگی گزارتے تھے اور یہ لوگ بھی اپنے رب سے انہیں دیئے جانے والے انعامات پر راضی رہیں گے اس لئے کہ انہیں یہاں جنت میں انکے اعمال سے کہیں زیادہ عطاء کیا جائے گا اور یہ سب کچھ صرف اسی بندہ کے لئے ہوگا جس نے اپنے رب سے ڈر کر اسکے احکامات کو مانتے ہوئے زندگی گزاری ہوگی، اللہ تعالی ہم تمام کو اپنی مرضیات پر چلنے والا بنائے اور ہمیں اس جنت کا مستحق بنائے جو اس نے اپنے محبوب بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ آمین

سورة الزلزال

﴿درس نمبر ۱۴﴾ زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی ﴿الزلزال ۱۔تا۔۵﴾

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (۱) وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (۲) وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا (۳) يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (۴) بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا (۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ :۔ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ جب زمین ہلائی جائے گی زِلْزَالَهَا خوب زور سے ہلایا جانا (۱) وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ اور زمین باہر نکال دے گی أَثْقَالَهَا اپنے بوجھ (۲) وَقَالَ الْإِنسَانُ اور انسان کہے گا مَا لَهَا اس کو کیا ہوا؟ (۳) يَوْمَئِذٍ اس دن تُحَدِّثُ وہ بیان کرے گی أَخْبَارَهَا اپنی خبریں (۴) بِأَنَّ اس لیے کہ بلاشبہ رَبَّكَ آپ کا رب أَوْحَىٰ وحی (حکم) کرے گا لَهَا اس کو (۵)

ترجمہ :۔ جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی O اور زمین اپنے (اندر) کے بوجھ نکال ڈالے گی O اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ O اس روز وہ اپنے حالات بیان کردے گی O کیونکہ

تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا (ہوگا)۔

سورہ کی فضیلت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِذَا زُلْزِلَتْ (ثواب میں) آدھے قرآن کے برابر ہے، اور قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے. (ترمذی۔۲۸۹٤)

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجوڑ دی جائے گی۔

۲. زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دیگی۔

۳. اس وقت انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟

٤. اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتا دیگی۔

٥. اس سبب سے کہ آپ کے پروردگار کا اسے یہی حکم ہوگا۔

اس سورت میں ان وعدوں کا وقت اس وقت کے آنے کی چند نشانیاں بیان کی جا رہی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ ان وعدوں کو اس وقت پورا کیا جائے گا جب زمین کو اپنی جڑوں سمیٹ جھنجوڑ دیا جائے گا اور اس وقت وہ بہت ہی اضطراب میں آجائے گی، اس زمین پر جو کچھ بھی ہوا وہ سب کچھ برباد ہو جائے گا اور ساتھ ہی اس زمین کے اندر جو کچھ بھی دفن ہوگا چاہے وہ مردے ہوں یا خزانے ہوں ان سب کو وہ زمین باہر نکال پھینکے گی، زمین کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے انسان جو اس زمین کے اندر مدفون تھا، اپنی قبر سے باہر نکال پھینک دئے جانے پر بڑی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں یہ کہہ پڑیگا کہ اچانک اس زمین کو ہو گیا کہ یہ تو بالکل فنا ہونے چلی ہے؟ اس وقت کے بارے میں اللہ تعالی نے پہلے ہی انسان کو آگاہ کر دیا تھا چنانچہ سورۂ حج کی پہلی آیت میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ اے لوگو! اپنے رب (کے غضب) سے ڈرو (اور اسکی فرمانبرداری کرتے ہوئے زندگی گزارو)، یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بہت سخت ہے، اس وقت وہ زمین بھی اپنے رب کے قہر سے کانپتے ہوئے وہ سب کچھ بیان کرنے لگ جائے گی جو کچھ انسانوں نے اسکی پشت پر کیا تھا جو بھی اچھے کام اور برے کام جو انسان اور امت نے کئے تھے ان سب کو وہ بیان کرنے لگ جائے گی اور بیان بھی اس لئے کریگی کہ آپکے رب نے اسے بیان کرنے کا حکم دیا ہوگا لہٰذا وہ اپنے رب

کے حکم کو مانتے ہوئے سب کچھ بتانے لگ جائے گی، اس وقت نہ تو کوئی انسان بچے گا جسے وہ چھوڑ دے گی اور نہ ہی کوئی امت بلکہ ہر ایک کا کیا کرایا اللہ تعالی کے سامنے کھول کر رکھ دے گی کہ فلاں نے فلاں وقت یہ کیا اور فلاں نے فلاں وقت یہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا پڑھی اور پھر فرمایا کہ تمہیں پتا بھی ہے کہ اسکی خبر کیا ہے؟ اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کو ہی بہتر علم ہے، پھر آپ علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ زمین ہر بندہ اور امت کے خلاف ان اعمال کی گواہی دیگی جو اسکی پیٹ پر کیا گیا، وہ کہے گی کہ اس نے مجھ پر فلاں دن فلاں فلاں کام کیا، اسکے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی اس آیت کی مراد ہے۔ (ترمذی۔ ٢٤٢٩) اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ چاہے تنہائی میں ہو یا بھری محفل میں، گناہ کے کاموں سے بچے، اسکے ہر عمل اور ہر کام کی اللہ تعالی کو خبر ہے اور قیامت کے دن جب یہ زمین نام بنام لیکر بندے کے اعمال گنوانا شروع کریگی تو اس وقت کتنی شرمندگی اور رسوائی ہوگی؟ ذرا سوچیئے۔ اللہ تعالی ہم تمام کو اس رسوائی سے محفوظ فرمائے آمین۔

﴿درس نمبر ١٥﴾ ذرہ برابر نیکی اور برائی کو وہ دیکھ لے گا ﴿الزلزال ٦۔تا۔٨﴾

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتاً لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (٦) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ (٧) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَهُ (٨)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ يَوْمَئِذٍ اس دن يَصْدُرُ النَّاسُ لوگ لوٹیں گے أَشْتَاتاً متفرق ہو کر لِّيُرَوْا تا کہ وہ دکھائے جائیں أَعْمَالَهُمْ اپنے اعمال (٦) فَمَنْ يَّعْمَلْ لہٰذا جو کوئی کرے گا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا ذرہ برابر بھلائی يَّرَهُ (تو) وہ دیکھ لے گا اس کو (٧) وَمَنْ يَّعْمَلْ اور جو کوئی کرے گا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً ذرہ برابر برائی يَّرَهُ (تو) وہ بھی دیکھ لے گا اس کو (٨)

ترجمہ:۔ اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں O تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا O اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. اس دن لوگ مختلف گروہوں میں واپس ہوں گے تا کہ انکے اعمال انہیں دکھادئے جائیں۔

۲. جس کسی نے بھی ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لیگا۔

۳. جس کسی نے بھی ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لیگا۔

جب زمین اپنے اوپر کئے ہوئے سارے اعمال کی خبر دے گی اور پھر جب بندے میدان محشر میں اپنے حساب وکتاب کے لئے جمع ہوجائیں گے تو اللہ تعالی کی طرف سے فیصلہ کیا جائے گا کہ کون فلاح پا گیا کہ اسے جنت میں بھیجا جائے اور کون ناکام ہوگیا کہ اسے جہنم میں پھینکا جائے؟ چنانچہ وہ نتیجہ اللہ تعالی ہر ایک کو بلابلا کر دیں گے، اس وقت چونکہ نتیجہ دو قسم کا ہوگا ایک تو کامیابی کا اور دوسرا ناکامی کا، تو اس لحاظ سے لوگ بھی دو گروہ ہوجائیں گے ایک کامیاب لوگوں کا گروہ اور دوسرے ناکام لوگوں کا گروہ، ہر ایک گروہ اپنا اپنا نامہ اعمال لینے کے لئے جائے گا تو جس کسی کا اعمال اسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نتیجہ دیکھنے سے پہلے ہی سمجھ جائے گا کہ وہ کامیاب ہے فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ داہنے والے لوگ کیا ہی کہنا ان داہنے ہاتھ والوں کا؟ (الواقعہ۔۸) لیکن پھر جب وہ اس اعمال نامہ کو کھول کر دیکھے گا تو اس میں چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور گناہ اپنے اعمال نامہ میں لکھا ہوا پائے گا، اور جس کسی کو اسکا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اسے اسوقت ہی پتا چل جائے گا کہ وہ ناکام اور دوزخی لوگوں میں سے ہیں، وَأَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں وہ بائیں ہاتھ والے کیسے ہیں۔ (الواقعۃ۔۹) الغرض جب ہر کسی کا نامہ اعمال اسکے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور گناہ لکھا ہوا دیکھے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس کسی کافر نے کوئی خیر کا کام کیا ہوگا اسے اللہ تعالی دنیا ہی میں دکھا دیگا یعنی اسکا اچھا بدلہ اسے دنیا ہی میں دیا جائے گا اور آخرت میں اس پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اس برائی پر اسے سزا دی جائے گی ساتھ میں شرک کی سزا الگ سے دی جائے گی اور جو کوئی مومن ذرہ برابر بھی برائی یا گناہ کیا ہوگا اللہ تعالی دنیا ہی میں اسے دکھا دیگا یعنی اسکی سزا دنیا ہی میں دیدی جائے گی، جب اسکی موت ہوجائے گی تو اس پر اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اسے معاف کر دیا جائے گا، اور جو ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اسے قبول کیا جائے گا اور اس سے دوگنا ثواب اسے عطاء کیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی۔ج،۲۰۔ص،۱۵۰) الغرض اللہ تعالی ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کریگا جس نے جو نیکی کی ہوگی چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو اس پر اسے بدلہ ضرور عطاء کیا جائے گا چاہے وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور

جو کوئی برائی یا گناہ کریگا اس پر بھی اسے سزا دیگا ہاں! البتہ اگر وہ اپنے اس گناہ سے توبہ کرلے تو پھر وہ اسے معاف کردیگا إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ یقیناً اللہ تعالی (کسی پر بھی) ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔(النساء۔۴۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اس وقت یہ آیت فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ نازل ہوئی، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کھانے سے اٹھالیا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! کیا ذرہ برابر بھی کوئی برائی جو میں نے کی ہوگی کیا وہ مجھے دکھائی جائے گی؟ تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! جو کچھ پریشانیاں تم اس دنیا دیکھ رہے ہو وہ ذرہ برابر شر ہی کی وجہ ہے، اور جو ذرہ برابر خیر بھی تم کرتے ہو اللہ تعالی اسے تمہارے لئے ذخیرہ کرتے جائے گا جب تک کہ تمہیں موت نہ آئے۔ (المعجم الأوسط للطبرانی۔۸۴۰۷) اللہ تعالی ہم تمام کو برائیوں سے بچ کر نیکی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

سورۃ العادیات

﴿درس نمبر ۱۶﴾

یقیناً انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے

﴿العادیات ۱۔تا۔۸﴾

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً (۱) فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً (۲) فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحاً (۳) فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعاً (۴) فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعاً (۵) إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (۶) وَإِنَّهُ عَلَى ذَالِكَ لَشَهِيدٌ (۷) وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۸)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالْعَادِيَاتِ قسم ہے سرپٹ دوڑنے والوں کی! ضَبْحاً ہانپتے ہوئے (۱) فَالْمُورِيَاتِ پھر آگ نکالنے والوں کی قَدْحاً نعل مار کر (۲) فَالْمُغِيرَاتِ پھر حملہ کرنے والوں کی صُبْحاً صبح کے وقت (۳) فَأَثَرْنَ پھر وہ اڑاتے ہیں بِهِ نَقْعاً اس وقت غبار (۴) فَوَسَطْنَ پھر وہ درمیان میں گھس جاتے ہیں بِهِ اس وقت جَمْعاً (دشمن کی) جماعت میں (۵) إِنَّ الْإِنسَانَ یقیناً انسان لِرَبِّهِ اپنے رب کا لَكَنُودٌ بڑا ہی ناشکرا ہے (۶) وَإِنَّهُ اور بلاشبہ وہ عَلَى ذَالِكَ اس بات پر لَشَهِيدٌ (خود بھی) البتہ گواہ ہے (۷) وَإِنَّهُ اور بلاشبہ وہ لِحُبِّ الْخَيْرِ محبتِ مال میں (بھی)

لَشَدِیۡدٌ یقیناً بہت سخت ہے (۸)

ترجمہ :۔ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! جو ہانپ اٹھتے ہیں۔ا۔ پھر (پتھروں پر نعل) مار کر آگ نکالتے ہیں O پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں O پھر اس میں گرد اٹھاتے ہیں۔ ۴۔ پھر اس وقت دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں O کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکرا) ہے O اور وہ اس سے آگاہ بھی ہے O وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

سورہ کی فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے سورۃ والعادیات پڑھی اسے اس شخص کے اجر سے دس گنا زیادہ ثواب ملیگا جس نے مزدلفہ میں رات گذاری اور گویا وہ تمام ارکان حج میں شریک تھا۔(تفسیر البیضاوی۔ج،۵۔ص،۳۳۲)

تشریح :ان آٹھ آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں۔
۲. پھر اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں اڑاتے ہیں۔
۳. صبح کے وقت یلغار کرتے ہیں۔
٤. اس موقع پر غبار اڑاتے ہیں۔
٥. اسی وقت کسی جمگھٹے کے بیچوں بیچ گھس جاتے ہیں۔
٦. یقیناً انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔
۷. وہ خود اس بات کا گواہ ہے۔
۸. حقیقت یہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں بڑا پکا ہے۔

پچھلی سورت میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ زمین اپنے اندر موجود تمام چیزوں کو باہر لا پھینکے گی، اس سورت میں بھی اللہ تعالی نے اسی بات کو دہرایا ہے تا کہ انسان اپنے اعمال کے لئے سعی کرے اور اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ کس طرح انسان اپنے رب کی ناشکری کرتے ہوئے اسکی نافرمانیوں میں آخرت سے غافل ہو کر زندگی گزارتا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالی نے جہاد کرنے والے گھوڑوں کی قسم کھاتے ہوئے اس سورت کی ابتداء فرمائی کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں یعنی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتے ہیں کہ رفتار میں اسکا کوئی مقابلہ نہیں، یہ گھوڑے ایسے ہیں کہ جب یہ تیز رفتاری کے

ساتھ دوڑتے ہیں تو انکی ٹاپوں کی رگڑ سے چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں، تو اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی رفتار کا کیا عالم ہوگا؟ اور ان گھوڑوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ گھوڑے صبح کے اول وقت میں دشمن پر حملہ کرتے ہیں جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے تھے، صبح کے وقت حملہ کرنے سے انکی استعداد اور چوکسی معلوم ہوتی ہے کہ جو وقت گہری نیند کا ہوتا ہے اس وقت بھی یہ اپنے دشمن کو ختم کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور جب دشمن پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو اس قدر تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں کہ انکی اس تیز رفتاری کی وجہ سے میدان کی دھول اڑنے لگتی ہے اور بالکل دشمن کے بیچوں بیچ پہنچ کر اپنے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں، انہیں اپنے آقا کے حکم کے آگے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، جب ایک ادنی سے جانور کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے آقا کے حکم پر مر مٹنے کو تیار ہے تو پھر اس انسان کو کیا ہوا کہ وہ اپنے رب کا فرمانبردار نہیں؟ بلکہ وہ تو اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے کہ اسکے رب نے اس پر بے بہا احسانات وانعامات فرمائے اسکے باوجود بھی وہ اپنے اس رب کی ایک نہیں مانتا گویا کہ یہ اس جانور سے بھی بدتر ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس انسان کو اپنے ناشکرے ہونے کا علم نہیں بلکہ وہ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے مالک کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس نافرمانی کی جو وجہ ہے اسے بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اسے اس دنیا اور اسکی مال و دولت نے اس طرح غافل بنا دیا کہ اس نے اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے اور اسکی محبت میں اتنا دیوانہ ہو گیا کہ اسے آخرت کی ذرہ برابر فکر نہیں، اس فنا ہونے والی دولت کی خاطر اس نے اپنی آخرت اور دائمی دولت کو تباہ کر لیا جس کا پتا اسے اس وقت چلے گا جب اسے دوبارہ اس زمین سے زندہ کر کے اپنے رب کے سامنے حساب و کتاب دینے کے لئے اٹھایا جائے گا جس کا تذکرہ اگلی آیتوں میں کیا جا رہا ہے، اس سورت کے شان نزول سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک سریہ (چھوٹی جماعت) کو بنو کنانہ کے پاس جنگ کے لئے حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں بھیجا تھا جو کہ ایک فوج کے کپتان تھے، چنانچہ جب اس سریہ کی کوئی خبر آپ علیہ السلام کے پاس نہیں آئی تو منافقین کہنے لگے کہ انہیں قتل کیا جا چکا ہے تب اللہ تعالی نے یہ سورت نازل کی اور انکی سلامتی کی خبر آپ علیہ السلام تک پہنچائی اور یہ بھی خوشخبری دی کہ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آ چکے ہیں۔ (تفسیر قرطبی۔ ج۔۲۰۔ص،۱۵۵)

﴿درس نمبر ۱۷﴾ **سینوں میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کردیا جائے گا** ﴿العادیات ۹-تا-۱۱﴾

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ (۹) وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ (۱۰) إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ (۱۱)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أَفَلَا يَعْلَمُ کیا پھر نہیں جانتا وہ إِذَا بُعْثِرَ جب نکال باہر کردیا جائے گا مَا فِي الْقُبُورِ جو کچھ قبروں میں ہے (۹) وَحُصِّلَ اور ظاہر کردیا جائے گا مَا فِي الصُّدُورِ جو کچھ سینوں میں ہے (۱۰) إِنَّ رَبَّهُم بلاشبہ ان کا رب بِهِمْ ان (کے حال) سے يَوْمَئِذٍ اس دن لَّخَبِيرٌ یقیناً خوب خبردار ہوگا (۱۱)

ترجمہ:۔ کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مُردے) قبروں میں ہیں وہ باہر نکال لئے جائیں گے O اور جو (بھید) دلوں میں ہیں وہ ظاہر کردیئے جائیں گے O بیشک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا۔ا

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. بھلا کیا وہ وقت اسے معلوم نہیں ہے کہ قبروں میں جو کچھ ہے اسے باہر بکھیر دیا جائے گا۔

۲. سینوں میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کردیا جائے گا۔

۳. یقیناً انکا پروردگار اس دن انکی جو حالت ہوگی اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

انسان پر دنیا کمانے کی فکر اس قدر غالب رہتی ہے کہ اسے نہ تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کا کچھ خیال ہوتا ہے اور نہ ہی حلال وحرام کی اسے کوئی تمیز ہوتی ہے وہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اسکے پاس دنیا اور اسکی فنا ہونے والی نعمتیں جمع ہوجائے چاہے اسکے لئے اسے کسی کا حق مارنا پڑے تو اسکے لئے بھی وہ تیار رہتا ہے، یہ سب کچھ کرنے سے پہلے اسے ایک بار سوچ لینا چاہئے کہ کیا یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی ہے؟ یا یہ خود اس دنیا میں ہمیشہ رہے گا؟ شاید وہ اس بات کو بھول چکا ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے یہ دنیا چھوڑ کر اس رب کے پاس واپس جانا ہے جس نے اسے پیدا کیا، یہی حقیقت اگلی آیتوں میں بیان کی جارہی ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس وقت قبروں میں جتنے بھی لوگ ہیں ان سب کو زمین باہر نکال پھینکے گی؟ اور جب زمین ان مردوں کو باہر نکالے گی تو اس وقت ان

مردوں کے دلوں میں جو کچھ خیر اور شر چھپا ہوگا وہ سب ظاہر ہوجائے گا یعنی ایمان اور کفر اس وقت ظاہر ہوجائیں گے اور مومنوں اور کافروں کو انکی نشانیوں اور علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، اس آیت میں اللہ تعالی نے دلوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ انسان میں جو اصل چیز ہوتی ہے وہ یہی دل ہوتے ہیں جسکے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے کہ جب وہ صحیح سالم ہوتو سارا جسم صحیح سالم ہوتا ہے اور جب وہی خراب ہوجائے تو اسکا سارا جسم خراب ہوجائے گا اور سن لو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری۔ ۵۲) ویسے تو انسان اپنے دل کی بات اور ارادے کو ظاہر نہ بھی کرے تو اللہ تعالی اسکے دل کے ارادوں سے باخبر ہیں اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ پھر اللہ تعالی اسی نیت اور اعمال کے مطابق انہیں جزا اور بدلہ عطاء کریگا کہ جو ایمان والے ہیں انہیں جنت عطاء کریگا اور جو بے ایمان و کافر ہیں انہیں جہنم اور بدلہ دینے میں اللہ تعالی کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کریگا یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ جس گناہ کو اس نے نہ کیا ہو اس پر بھی اسے سزا دیجائے بلکہ وہاں تو انصاف کا ترازو قائم کیا جائے گا اور انہیں اعمال کا ان سے حساب ہوگا جسے انہوں نے کیا ہو لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ جب تک وہ اس دنیا میں ہے اس آخرت کی دولت کے کمانے کی فکر میں رہے جسکی دولت ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس دنیا کے پیچھے پڑ کر اپنی آخرت تباہ نہ کرے، اللہ تعالی ہم تمام کو اپنے فرمانبرداروں میں شامل فرمائے آمین۔

سورة القارعة

﴿درس نمبر ۱۸﴾ **جس دن پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوجائیں گے** ﴿القارعہ ۱۔تا۔۵﴾

اَلْقَارِعَةُ (۱) مَا الْقَارِعَةُ (۲) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ (۳) يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (۴) وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ اَلْقَارِعَةُ کھٹکھٹانے والی (۱) مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟ (۲) وَمَا اور کس چیز نے أَدْرَاكَ آپ کو خبر دی مَا الْقَارِعَةُ (کہ) کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟ (۳) يَوْمَ جس دن يَكُونُ النَّاسُ لوگ (ایسے) ہوجائیں گے كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ جیسے پروانے (پتنگے) بکھرے ہوئے (۴) وَتَكُونُ الْجِبَالُ اور پہاڑ ہوجائیں گے كَالْعِهْنِ (ایسے)

جیسے رنگین اون اَلْمَنْفُوْشِ دھنکی ہوئی (۵)

ترجمہ: کھڑکھڑانے والیO کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟Oاورتم کیا جانو کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہےO(وہ قیامت ہ) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگےO اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اُون۔

سورہ کی فضیلت: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ القارعہ پڑھی قیامت کے دن اللہ اسکے میزان کو بھاری کر دیگا۔

(تخریج أحادیث الکشاف للزیلعی۔ج،٤۔ص،٢٧٣)

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. یاد کرو اس واقعہ کو جو دل دہلا کر رکھ دے گا۔

٢. کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟۔

٣. تمہیں کیا معلوم کہ وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے؟ ۔

٤. اس دن سارے لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔

٥. پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

یاد کرو اس دل دہلانے والے واقعہ کو، کیا ہے وہ دل کو دہلانے والی چیز؟ اے نبی! آپکو پتا بھی ہے کہ وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے؟، یہاں اللہ تعالی نے اس واقعہ کی ہولنا کی کو بیان کرنے کے لئے اسے تین بار بیان فرمایا تا کہ انسان کو اسکی خبر ہو جائے اور اس کی ہیبت اسکے دل میں بیٹھ جائے، پھر اسکے بعد اس دن ہونے والے حالات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہولنا کی والا دن ایسا ہوگا کہ اس دن انسانوں کی حالت ان پروانوں کی طرح ہو جائے گی جو آگ کے اطراف ہزاروں کی تعداد میں اس طرح پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ بس ہر طرف وہی نظر آنے لگتے ہیں، ٹھیک اسی طرح انسانوں کا بھی حشر ہوگا کہ جب انہیں انکی قبروں سے نکالا جائے گا تو وہ بھی ان منتشر پتنگوں کی طرح میدان حشر میں پھیلے ہونگیں کہ ہر طرف وہی نظر آئیں گے۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ٧ میں بھی فرمایا کہ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّھُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ وہ لوگ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے کہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں، یعنی سارا میدان محشر انسانی سروں سے بھرا ہوا ہوگا اور اس دن زمین پر جتنے بھی مضبوط پہاڑ ہیں وہ سب دھنکی ہوئی روئی

کی طرح آسمان میں اڑتے نظر آئیں گے وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔ (التکویر۔۳)، وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيباً مَهِيلاً اس دن سارے پہاڑ ریت کے بکھرے ہوئے تودے بن کررہ جائیں گے، (المزمل۔۱۴)، اس طرح وہ میدان محشر کی زمین صاف اور چٹیل میدان کی طرح ہوجائے گی اور جب سب لوگ اس میدان میں جمع ہوجائیں گے تو پھر وہاں اعمال کو تولنے کے لئے ترازو قائم کی جائے گی اور پھر اعمال کو تولا جائے گا اسکے بعد کیا ہوگا اسے اگلی آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے۔

﴿درس نمبر۱۹﴾ جس کے پلڑے وزنی ہوں گے ﴿القارعہ ۶۔تا۔۱۱﴾

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (٦) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (٧) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (٨) فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (٩) وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ (١٠) نَارٌ حَامِيَةٌ (١١)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ فَأَمَّا چنانچہ لیکن مَنْ جوشخص کہ ثَقُلَتْ بھاری ہوگئی مَوَازِينُهُ اس کی میزان (٦) فَهُوَ تو وہ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ پسندیدہ زندگی میں ہوگا (٧) وَأَمَّا اور لیکن مَنْ جوشخص کہ خَفَّتْ ہلکی ہوگئی مَوَازِينُهُ اسکی ترازو (٨) فَأُمُّهُ تو اس کا ٹھکانا هَاوِيَةٌ ہاویہ (کھڈ) ہوگا (٩) وَمَا اور کس چیز نے أَدْرَاكَ خبردی آپ کو مَا هِيَهْ کیا ہے وہ (ہاویہ)؟ (١٠) نَارٌ (وہ) آگ ہے حَامِيَةٌ سخت دہکتی ہوئی (١١)

ترجمہ:۔ اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے O تو وہ من پسند زندگی میں ہوگاO اور وہ جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے O تو اُس کا ٹھکانہ ایک گہرا گڑھا ہوگاO اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟O ایک دہکتی ہوئی آگ!

تشریح: ان چھ آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہونگے وہ عیش کی زندگی میں ہوگا۔

۲. جس شخص کے پلڑے ہلکے ہونگے تو اسکا ٹھکانہ ایک گہرا گڑھا ہوگا۔

۳. تمہیں اس گہرے گڑھے کے تعلق سے کیا پتا کہ وہ کیا ہے؟۔

٤. وہ ایک دہکتی آگ ہے۔

جب سارے لوگ میدان محشر میں جمع ہوجائیں گے اور اعمال کو تولنے کے لئے ترازو لگائی جائے گی تو بس اعمال کو تولنے کا عمل شروع ہوگا، لہٰذا اب جس کسی بھی شخص کے ترازو کا وہ پلڑا کہ جس میں نیکیاں ہیں اسکے گناہوں والے پلڑے سے بھاری اور وزنی نکلے گا تو پھر ایسا شخص من پسند زندگی گزارے گا یعنی اسے جنت کی آسائشوں میں رہنے کیلئے بھیج دیا جائے گا، فَمَنۡ ثُقِلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ کہ جس شخص کا پلڑا بھاری ہوگا تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب کہلائیں گے (الأعراف۔۸) اور پھر جس شخص کی نیکیوں والا پلڑا اسکے گناہوں والے پلڑے سے ہلکا نکلے گا اور گناہوں والا پلڑا بھاری ہوگا تو ایسے شخص کا ٹھکانہ ایک گہرا گڑھا ہوگا، اب یہ گہرا گڑھا کیا ہے اور کس چیز سے بنا ہوا ہے؟ اس بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں پتا بھی ہے کہ جس گہرے گڑھے کے بارے میں ہم تمہیں بتلا رہے ہیں وہ کیا چیز ہے؟ اگر نہیں معلوم ہے تو سن لو کہ وہ گہرا گڑھا آگ کا ہے کہ اسکی تہہ سے اوپری حصہ تک بس آگ ہی آگ ہوگی کہ جس کسی کو بھی اس گڑھے میں پھینکا جائے گا تو وہ اس آگ میں جلکر خاک ہوجائے گا اور وہ آگ اسے جلا کر رکھ دیگی، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹ میں فرمایا گیا وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَظۡلِمُوۡنَ جنکی ترازو کے پلڑے ہلکے ہونگے تو یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتی کرکے خود اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا ہے۔ یہ آگ جس میں ان خسارہ اٹھانے والوں کو ڈالا جائے گا اسکی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ جو لوگ اس دنیا میں جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ ایک حصہ ہی انسان کو جلانے کیلئے کافی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! لیکن اسکے باوجود اس جہنم کی آگ کو اس دنیا کی آگ پر انہتر (۶۹) درجہ فضیلت ہے اور ہر حصہ میں وہی حرارت ہے جو پہلے حصہ میں ہے۔ (بخاری۔۳۲۶۵)، اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دنیوی آگ جہنم کی آگ کے سو حصوں کا ایک حصہ ہے۔ (مسند أحمد۔۸۹۲۱)، جب ایک حصہ والی آگ کا یہ عالم ہے کہ وہ ہماری جلد اور گوشت کو بھون کر رکھ دیتی ہے تو پھر اس سو گنا زیادہ حرارت والی آگ کا کیا عالم ہوگا؟ اللہ ہم تمام کو جہنم کی اس آگ سے بچائے اور ہمیں اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے میزان کو بھاری کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

سورۃ التکاثر

﴿درس نمبر ۲۰﴾ **اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا** ﴿التکاثر ۱-تا-۸﴾

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (۱) حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۲) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (۳) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (۴) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ (۵) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (۶) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (۷) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (۸)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أَلْهَاكُمُ تمہیں غافل کردیا التَّكَاثُرُ باہم کثرت کی خواہش نے (۱) حَتَّىٰ یہاں تک کہ زُرْتُمُ تم جا پہنچے الْمَقَابِرَ قبرستانوں میں (۲) كَلَّا ہرگز نہیں! سَوْفَ تَعْلَمُونَ عنقریب تم جان لوگے (۳) ثُمَّ كَلَّا پھر ہرگز نہیں! سَوْفَ تَعْلَمُونَ عنقریب تم جان لوگے (۴) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ یقیناً اگر تم جان لو عِلْمَ الْيَقِينِ جاننا یقین کا (۵) لَتَرَوُنَّ (تو) تم ضرور دیکھو گے الْجَحِيمَ دوزخ کو (۶) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا پھر تم ضرور دیکھوگے اسے عَيْنَ الْيَقِينِ یقین کی آنکھ سے (۷) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ پھر تم ضرور سوال کیے جاؤگے يَوْمَئِذٍ اس دن عَنِ النَّعِيمِ نعمتوں کی بابت (۸)

ترجمہ:۔ (لوگو!) تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کردیا O یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں O دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا O پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا O دیکھو اگر تم جانتے (یعنی) علم الیقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے O تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے O پھر اس کو (ایسا) دیکھو گے (کہ) عین الیقین (آجائے گا) O پھر اس روز تم سے (شکرِ) نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی۔

سورہ کی فضیلت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہر روز ہزار آیتیں پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کون ہزار آیتیں پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کیا تم لوگ سورہ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے؟ (شعب الایمان للبیہقی۔۲۲۸۷)

تشریح: ان آٹھ آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے۔

٢. یہ غفلت تم پر اس وقت تک طاری رہیگی جب تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاو۔
٣. ایسا ہر گز نہیں کرنا چاہئے عنقریب تمہیں سب پتہ چل جائے گا۔
٤. پھر سے سن لو تمہیں ایسا ہر گز نہیں کرنا چاہئے عنقریب تمہیں سب پتہ چل جائے گا۔
٥. ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ یہ بات جانتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔
٦. یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔
٧. پھر یقین جانو تم لوگ دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔
٨. پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

تمہیں ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی حرص نے آخرت اور اسکے انجام سے غافل کر رکھا ہے، تم پر دنیا کی محبت اور اس دنیا میں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کی چاہت نے آخرت سے غافل کر دیا اور تم اس دنیا کی نعمتوں میں ڈوب کر یہ بھول چکے کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور پھر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے اپنے بھائی کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بھائی! دنیا کی محبت کو چھوڑ دے اس لئے کہ دنیا کی محبت اندھا اور گونگا بنا دیتی ہے۔(الزہد لابن أبی الدنیا۔٢٢١) یعنی انسان پر دنیا کی محبت ایسے غالب آتی ہے کہ اس محبت کے آگے اسے نہ تو احکام الٰہی نظر آتے ہیں اور نہ فرمان نبی سنائی دیتا ہے بلکہ وہ ان سب کو پس پشت ڈال کر دنیا کی چاہت اور اسکے جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے، اب یہ مال جمع کرنے کی حالت انسان کی کب تک رہتی ہے؟ اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کسی پر دنیا اس طرح غالب آجائے تو پھر موت تک وہ اسی میں پڑا رہتا ہے، جب موت اسکے سامنے آکھڑی ہوتی ہے تو تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کے جمع کرنے کے پیچھے میں نے ساری زندگی لگا دی آج وہ میرے کسی کام کی نہ رہی اور نہ ہی میں اسے اپنے ساتھ لیجا سکتا ہوں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ بندہ بس میرا مال میرا مال کرتا رہتا ہے حالانکہ اسکے مال میں سے اس کا ایک وہی جو وہ کھایا اور ختم کر دیا، دوسرا وہ جو اس نے پہنا اور پرانا کر دیا، تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کیا اور آگے بھیجا، باقی کا جو مال ہے وہ سب لوگوں کے لئے وہ چھوڑ کر جانے والا ہے۔(مسلم۔٢٩٥٩) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے ساتھ تین

چیزیں (قبرستان) تک جاتی ہے، دو چیزیں وہیں سے واپس آجاتی ہے اور ایک چیز اسی کے ساتھ چلی جاتی ہیں، وہ تین چیزیں جو اسکے ساتھ جاتی ہیں وہ اسکے اہل وعیال، مال اور عمل ہیں، ان تینوں میں سے ایک اہل وعیال اور مال واپس آجاتے ہیں جبکہ عمل اسی کے ساتھ رہتا ہے۔(بخاری۔٦٥١٤)

سورۃ العصر

﴿درس نمبر ۲۱﴾ **مومنوں کے سوا سارے انسان گھاٹے میں ہیں** ﴿العصر ا۔تا۔۳﴾

وَالْعَصْرِ (١) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (٢) إِلَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی! (١) إِنَّ الْإِنْسَانَ بلاشبہ انسان لَفِي خُسْرٍ البتہ خسارے میں ہے (٢) إِلَّا الَّذِينَ سوائے ان لوگوں کے جو ءَامَنُوا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ اور انہوں نے عمل نیک کیے وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کی بِالْحَقِّ حق کی وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کی بِالصَّبْرِ صبر کی (٣)

ترجمہ:۔ عصر کی قسم!O کہ انسان نقصان میں ہے O مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین کی اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

سورہ کی فضیلت: ابو مدینہ دارمی (عبد اللہ بن حصن) سے مروی ہے کہ جب دو صحابہ ملتے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کے سامنے سورۃ العصر پڑھتے پھر ایک دوسرے کو سلام کرتے۔

(المعجم الآوسط للطبرانی۔٥١٢٤)

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. قسم ہے زمانہ کی کہ انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے۔

٢. سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں۔

٣. ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں۔

٤. ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔

پچھلی سورت میں اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ انسان کا اس دنیا کی رونق میں کھونا اور دنیا کو جمع

کرنے کی فکر میں ایک دوسرے سے اس مال ومتاع میں بڑھنے کی پرزور کوشش کرنا نقصاندہ ہے اور یہ عمل اسے جہنم تک لیجانے والا ہے، اس سورت میں اللہ تعالی ان اعمال کو بیان فرمارہے ہیں جو انسان کو کامیابی سے ہمکنار کرتے ہیں اور اسے جنت تک لیجاتے ہیں تو سب سے پہلے اللہ تعالی نے زمانہ کی قسم کھا کر یہ بتلادیا کہ انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے، یقیناً یہ بات صدفیصد درست ہے کہ اگر انسان اللہ تعالی کے بتائے ہوئے طریقہ پر زندگی نہ گزارے اور اسی دنیا کی رونق میں کھو جائے اور آخرت کو بھول بیٹھے تو وہ کل قیامت کے دن گھاٹا اور نقصان اٹھانے والا ہے، یہاں اللہ تعالی نے زمانہ کی قسم اس لئے کھائی تاکہ انسان اس زمانہ میں گزری ہوئی قوموں اور انکے حالات کا جائزہ لے کہ ان پچھلی قوموں نے ایسا کیا کیا تھا جسکے سبب انہیں اس دنیا ہی میں دردناک عذاب دیا گیا اور جن قوموں پر اللہ تعالی نے اپنی رحمت نازل فرمائی انکے اعمال کس طرح کے تھے؟ جب انسان اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالیگا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ دنیا میں ہمیں کس طرح رہنا ہے؟ اسکے بعد اللہ تعالی نے خود ہی واضح فرمادیا کہ اگر تم لوگ آخرت کے نقصان سے بچنا چاہتے ہو تو تمہیں وہ کام کرنے چاہئیں جو ہم تمہیں حکم دیتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا کام یہ کرو کہ ہم پر، ہمارے رسولوں پر، ہماری کتابوں اور قیامت کے دن پر ایمان لے آؤ، جب تم ان باتوں کو سچے دل سے قبول کرلو تو پھر دوسرا کام تمہیں یہ کرنا ہے کہ ہم نے جو جو احکام تمہیں دئے ہیں وہ تم کرتے جاؤ اور جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے اس سے بچتے جاو، اب جب تم خود بالکل احکام الٰہی کے پابند اور نیک بن جاو تو اب اگلا کام تمہارا یہ ہے کہ تم دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلاو اس طرح کہ انہیں ایمان اور حق کی دعوت دو اور ایمان کو انکے دل میں بٹھانے کی فکر میں لگے رہو اور جب انہیں اللہ کی طرف سے اپنی جان ومال میں مصائب و پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے تو تم انہیں صبر کی تلقین کرو اور کہو کہ تمہاری ان مشقتوں پر اللہ تعالی تمہیں بڑے اجر سے نوازے گا، لہٰذا اللہ کے لئے ان پر صبر کرو، یہ وہ کام ہیں جو تمہیں جنت کی طرف لے جاتے ہیں، امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ ایسی سورت ہے کہ اگر انسان اس پر غور وفکر کرلے تو یہی ایک سورت اسکی ہدایت کے لئے کافی ہوجائے گی۔ (التفسیر المنیر۔ج ۳۰۔ص ۳۹۱) اور یقیناً یہ بات بالکل درست بھی ہے کہ انسان اگر ان بیان کردہ چیزوں پر عمل کرنا شروع کردے تو یقیناً جہنم سے نجات پاسکتا ہے، اللہ ہم تمام کو ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

سورۃ الھمزۃ

﴿درس نمبر ۲۲﴾ جس نے مال اکٹھا کیا ہو اور اسے گنتا رہتا ہو ﴿الھمزہ ۱-تا-۵﴾

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (۱) الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (۲) يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (۳) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (۴) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ (۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ وَيْلٌ ہلاکت ہے لِّكُلِّ واسطے ہر هُمَزَةٍ عیب جو لُّمَزَةٍ غیبت کرنے والے کے (۱) الَّذِي وہ جس نے جَمَعَ مَالًا جمع کیا مال وَعَدَّدَهُ اور اس کو گن (گن) کر رکھا (۲) يَحْسَبُ وہ سمجھتا ہے أَنَّ مَالَهُ بلاشبہ اس کا مال أَخْلَدَهُ اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا (۳) كَلَّا ہرگز نہیں! لَيُنْبَذَنَّ یقیناً وہ ضرور پھینکا جائے گا فِي الْحُطَمَةِ حطمہ میں (۴) وَمَا اور کس چیز نے أَدْرَاكَ خبر دی آپ کو مَا الْحُطَمَةُ کیا ہے حطمہ؟ (۵)

ترجمہ:۔ ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے O جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے O (اور) خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا O ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا O اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟ O وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے O جو دلوں پر جا لپٹے گی O (اور) وہ اس میں بند کر دیئے جائیں گے O (یعنی آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. بڑی خرابی ہے اس شخص کی جو پیٹھ پیچھے عیب لگانے والا اور منہ پر طعنے دینے کا عادی ہو۔

۲. جس نے مال اکٹھا کیا ہو اور اسے گنتا رہتا ہو۔

۳. وہ سمجھتا ہے کہ اسکا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

٤. ایسا ہرگز نہیں ہے! اسے تو ایسی جگہ پھینکا جائے گا جو چورا چورا کرنے والی ہے۔

٥. تمہیں معلوم بھی ہے کہ وہ چورا چورا کرنے والی چیز کیا ہے؟۔

بڑی خرابی ہونے والی ہے کل قیامت کے دن اس شخص کی جو پیٹھ پیچھے لوگوں پر عیب لگاتا پھرے، پیٹھ پیچھے کسی پر چغلی کھاتا ہے اور چغلی کرنے والے کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا چغلی کرنے والا کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔ (ترمذی۔۲۰۲۶) اور ایک رویت میں نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں سب سے بدترین لوگوں کے بارے میں نہ بتاوں؟ پھر فرمایا کہ سب سے بدتر لوگ وہ ہیں جو چغلی کرتے ہیں، محبت رکھنے والوں میں فساد ڈالتے ہیں، باغی ہیں، مخلوق سے بیزار اور متعصب ہیں۔ (مسند احمد۔۱۷۹۹۸) اسکے بعد ہلاک ہونے والوں کی دوسری صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ دوسروں کو طعنہ دینے والا بھی ہو، کسی انسان کو طعنہ دینے سے اسکا دل دکھتا ہے اور کسی انسان کا دل دکھانا یہ تو اس چغلی کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے، اسکے بعد مزید فرمایا کہ وہ ایسا ہو کہ مال جمع کر کے رکھتا ہو، راہ خدا میں خرچ نہ کرتا ہو بلکہ اسے گنتے ہوئے بیٹھنے والا ہو، ویسے تو فی نفسہ مال حاصل کرنا اور کمانا بری بات نہیں لیکن مال کی محبت میں ایسا جگڑے جانا کہ بس اسکے سر پر صرف مال ہی کی دھن سوار ہو اور یہ مال اسے فرائض وواجبات سے غافل کر کے رکھدے اور عموماً ہوتا ایسا ہی ہے کہ جب انسان کے دل میں مال کی طمع وحرص بڑھتے جاتی ہے تو اسکے دل سے ایمان اور خوف خدا آہستہ آہستہ دور ہوتے جاتا ہے اور اسے اپنے اس مال پر اتنا گھمنڈ اور غرور ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہی میرا مال میرے ہر وقت کام آنے والا ہے اور مجھے ہر قسم کی آفات سے نکالنے والا ہے اس طرح وہ سوچنے لگتا ہے کہ مجھے موت سے بچانے والا اگر میں بیمار ہوجاوں تو مجھے اس بیماری سے صحت مند بنانے والا اور زندگی بخشنے والا یہی مال ہے، حالانکہ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ انسان کی زندگی اور موت صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ ہے، اس طرح وہ آخرت سے غافل ہوجاتا ہے، ایک طویل حدیث میں اس واقعہ کا ذکر بھی ہے کہ ایک صحابی ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے گزارش کی کہ آپ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مال عطاء کرے اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! تیری ناک خاک آلود ہو یہ تو کیسی تمنا کر رہا ہے؟ کیا تیرے لئے وہ تھوڑا سا مال جس پر تو اللہ کا شکر ادا کرے اس کثیر مال سے بہتر نہیں ہے جس پر تو اللہ تعالی کا شکر ادا نہ کرے؟ وہ صحابی بار بار اللہ کے نبی سے یہی گزارش کرتے رہے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس مال آجائے گا تو میں ہر حقدار کو اسکا حق ادا کرونگا بالآخر اللہ کے نبی ﷺ نے انکے لئے دعا کردی جسکے نتیجہ میں وہ بہت مال والے ہوگئے لیکن انہیں اس مال کی محبت نے دھیرے دھیرے دین سے دور کردیا حتی کہ انہوں نے نبی رحمت ﷺ کے زکوۃ وصول کرنے والے کو ہی زکوۃ دینے سے منع فرمادیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی۔ج،۵۔ص،۲۹۰) الغرض مال کی محبت انسان کو آخرت سے دور کردیتی ہے اور بالآخر اسکا انجام دوزخیوں والا ہوتا ہے جسے اگلی

آیت میں بیان کیا جارہا ہے کہ اے انسان! مال کے تعلق سے تیرا جو گمان ہے وہ بالکل غلط ہے، نہ تو وہ تیرے پاس ہمیشہ رہیگا اور نہ ہی تجھے ہمیشہ وہ رکھ پائے گا بلکہ ایسے شخص کو ایسی جگہ پھینکا جائے گا جو چورا چورا کرنے والی ہے، اس چورا چورا کرنے والی جگہ کی ہیبت اور خوفنا کی کو دل میں بٹھانے کیلئے اللہ تعالی نے دوبارہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ وہ چورا چورا کرنے والی چیز کیا ہے ؟ اگلی آیتوں میں اس کی وضاحت فرمائی گئی۔

﴿درس نمبر ۲۳﴾ یقین جانو وہ آگ ان پر بند کردی جائے گی ﴿الھمز ۶ تا ۹﴾

نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ (٦) الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ (٧) اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ (٨) فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ (٩)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔نَارُ اللّٰہِ اللہ (تعالیٰ) کی آگ ہے الۡمُوۡقَدَۃُ بھڑکائی ہوئی (٦) الَّتِیۡ تَطَّلِعُ وہ جو پہنچتی ہے عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ دلوں تک (٧) اِنَّہَا بلا شبہ وہ (آگ) عَلَیۡہِمۡ ان پر مُّؤۡصَدَۃٌ (ہر طرف سے) بند کردی جائے گی (٨) فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ لمبے لمبے ستونوں میں (٩)

ترجمہ: ۔وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے O جو دلوں پر جا لپٹے گی O (اور) وہ اس میں بند کردیئے جائیں گے O (یعنی آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا چڑھے گی۔

٢. یقین جانو وہ آگ ان پر بند کردی جائے گی جبکہ وہ اس آگ کے لمبے چوڑے ستونوں میں گھرے ہوئے ہونگیں۔

اب وہ چورا چورا کرنے والی چیز کیا ہے؟ جس میں ان چغل خوروں، عیب لگانے والوں، طعنہ دینے والوں اور دنیا کے مال ومتاع کی حرص رکھنے والوں کو ڈالا جائے گا چنانچہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو کبھی ٹھنڈی نہیں پڑیگی اور جب ایک بار اس آگ میں انہیں ڈالا جائے گا تو اس آگ کی تپش کی وجہ سے انکے دل و دماغ کھولنے لگیں گے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً جہنم کی آگ دوزخیوں کو کھاتے رہیگی حتی کہ جب وہ ان دوزخیوں کے دلوں تک پہنچ جائے گی تو کھانا بند کردیگی، اسکے بعد پھر سے اس دوزخی کو زندہ کیا جائے گا اور پھر سے وہ آگ اسے کھانے لگے گی اور ہر بار ایسا ہی ہوگا، اسی کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا "نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی

الْأَفْئِدَةِ ، (الہدایہ والنہایہ۔ ج،۲۰۔ص،۱۱۸) اسکے بعد مزید فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالی جہنم میں آگ سے بنے ستونوں میں جکڑ دیگا کہ وہ ان آگ کے ستونوں میں گھر جائیں گے اور پھر اوپر سے جہنم کے منہ کو بند کر دیا جائے گا،جس طرح ایک دیگ کو آگ پر رکھ کر اسکا منہ کسی تھالی سے بند کر دیا جاتا ہے اسی طرح ان جنہمیوں کو اس جہنم میں ڈال کر اس آگ کے ستونوں سے باندھ کر جہنم کے دروازہ کو بند کر دیا جائے گا جس کی وجہ سے اس آگ کی تپش میں اور اضافہ ہوگا اور یہ آگ انہیں تڑپا تڑپا کر جلائے گی، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کتنی دردناک سزا ہے جو ان بری صفات کے حامل لوگوں کو قیامت کے دن دی جائے گی؟ اللہ تعالی ہم تمام کو اس عذاب سے محفوظ رکھے اور ان بیان کردہ تمام بری صفتوں سے دور رہنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

سورۃ الفیل

ہاتھی والوں کا انجام

﴿درس نمبر ۲۴﴾ ﴿الفیل ا۔تا۔۵﴾

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (١) أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ (٢) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ (٣) تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ (٤) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ (٥)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا كَيْفَ فَعَلَ کیا (سلوک) کیا رَبُّكَ آپ کے رب نے بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ہاتھی والوں کے ساتھ (۱) أَلَمْ يَجْعَلْ کیا نہیں کر دیا تھا اس نے كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ان کی چال کو بے کار (۲) وَأَرْسَلَ اور اس نے بھیجے عَلَيْهِمْ ان پر طَيْرًا أَبَابِيلَ پرندے جھنڈ کے جھنڈ (۳) تَرْمِيهِم وہ پھینکتے تھے ان پر بِحِجَارَةٍ کنکریاں مِّن سِجِّيلٍ کھنگر کی (۴) فَجَعَلَهُمْ سو اس (اللہ) نے کر دیا انہیں (ایسے) كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ جیسے کھایا ہوا بھوسا (۵)

ترجمہ:۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟O کیا ان کا داؤ غلط نہیں کیا؟ (کیا)O اور ان پر جھلڑ کے جھلڑ جانور بھیجےO جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھےO تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس۔

سورہ کی فضیلت: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ الفیل پڑھی اللہ اسے ذلت ورسوائی سے بچائے گا۔

(تخریج أحادیث الکشاف للزیلعی۔ج،٤۔ص،٢٨٩)

تشریح :ان پانچ آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپکے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟۔

٢. کیا اس نے ان لوگوں کی ساری چالیں بیکار نہیں کر دی تھیں؟۔

٣. ان پر غول کے غول پرندے چھوڑ دئے تھے جو ان پر پکی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔

٤. چنانچہ انہیں ایسا کر ڈالا جیسے کھایا ہوا بھونسہ۔

اس سورت میں اللہ تعالی اس بات کی مثال پیش کر رہے ہیں کہ کیسے اس نے قوت و مالداری میں بڑھے ہوئے شخص کو ہلاک کیا اور اس وقت اسکا مال اسکے کچھ کام نہ آیا؟ چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! کیا آپ کو ہاتھی والوں کا قصہ معلوم ہے کہ آپ کے پروردگار نے انکے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ یہاں ہوسکتا ہے کہ خطاب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو اس لئے کہ اصحاب فیل کے واقعہ کے وقت آپ کی ولادت نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ کو اس واقعہ کا علم نہیں تھا، لہذا اس واقعہ کو بیان کرنے کیلئے اللہ تعالی نے آپ کو مخاطب فرمایا، مفسرین نے آپ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق تین قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ آپ کی ولادت اصحاب فیل کے واقعہ کے چالیس سال بعد ہوئی، دوسرا یہ کہ ٢٣ سال بعد ہوئی اور تیسرا یہ کہ اسی سال ہوئی جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ "وُلِدْتُ يَوْمَ الْفِيْلِ"(تفسیر الماوردی۔ج،٦۔ص،٣٣٨) یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں خطاب قریش مکہ سے ہوتا کہ انہیں اس واقعہ کی یاد دلائی جائے جو کہ اللہ تعالی کی قدرت کا ایک نمونہ تھا۔ یہ اصحابِ فیل کون تھے اور انکا واقعہ کیا ہے اسکے متعلق امام قرطبی علیہ الرحمہ نے ایک طویل واقعہ بیان فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابرہہ نے صنعاء مقام پر ایک شاندار چرچ بنوایا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر نعوذ باللہ اس چرچ کی زیارت وطواف کے لئے آیا کریں، چنانچہ ایک آدمی نے یہ بات سنی تو اسے غصہ آیا کہ وہ بیت اللہ کی عظمت کو ڈھانا چاہتا ہے لہذا وہ ایک شام اس چرچ میں گیا اور قضاء حاجت سے فارغ ہو گیا اور کہا کہ یہ اسی قابل ہے، جب ابرہہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اسے غصہ آیا اس وقت اس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے نکلا اور پھر بیچ راستہ میں مختلف واقعات ہوئے بالآخر جب وہ مکہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے ایک قاصد کو مکہ کے سردار یعنی حضرت عبد المطلب کے پاس بھیجا یہ کہنے کے لئے کہ ہم آپ سے جنگ کرنے کے لئے نہیں

بلکہ اس گھر کو ڈھانے کے لئے آئے ہیں، اس پر حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ نہ تو ہم اس سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ہمارے پاس اتنی قوت ہے کہ ہم اس سے لڑسکیں، اب رہی بات اس گھر کو ڈھانے کی تو یہ گھر تو اللہ کا اور اسکے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا ہے لہٰذا اگر وہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو یہ اسی کا گھر ہے اور اگر نہیں تو پھر ہمارے پاس بھی اسکا دفاع کرنے کی قوت نہیں، الغرض پھر آپ نے اپنی قوم قریش کو مکہ سے نکل کر پہاڑوں میں چھپ جانے کا حکم فرمایا اور خود خانہ کعبہ کے دروازہ کی کونڈی کو پکڑ کر اللہ تعالی سے التجا کرنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہمارے پاس آپکے سوا انکے لئے کوئی امید نہیں ہے اے اللہ! اپنے گھر کی ان سے حفاظت فرما، اے اللہ یقیناً اس گھر کا دشمن وہی ہے جو آپ سے دشمنی کرے، یقیناً وہ آپکی قوت کو کبھی دبا نہیں پائیں گے، چنانچہ اللہ تعالی نے بھی ان پر اپنے پرندوں کا ایک لشکر بھیجا جو اپنی چونچ اور دونوں پیروں میں چنے کے برابر پکی مٹی کے پتھر پکڑے ہوئے تھے اور وہ اس لشکر پر پھینکتے جاتے اور جس پر بھی یہ پتھر گرتا وہ وہیں ہلاک ہو جاتا اس طرح اللہ تعالی نے ان سب کو ہلاک کر کے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔ (تفسیر قرطبی۔ج۲۰۔ص۱۹۰۔۱۹۲) یہ ہے وہ واقعہ جسکی طرف اس سورت میں اشارہ کیا گیا، چنانچہ اگلی آیتوں میں اسی کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ کیا اللہ تعالی نے اس لشکر کی تدبیروں کو جو خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آئے تھے بیکار نہیں کر دیا؟ کہ وہ آئے تو تھے خانہ کعبہ کو اجاڑنے لیکن اللہ تعالی نے انہیں ہی اجاڑ دیا کہ ان پر پرندوں کا ایک لشکر بھیجا جو ان پر پکی مٹی کے پتھر پھینکتے جاتے اور ان چھوٹے سے پتھروں نے انہیں ہلاک و تباہ کر کے رکھ دیا اور انکی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کہ کھایا ہوا بوسا بکھرا پڑا ہو۔ یقیناً یہ واقعہ باعثِ عبرت ہے ساری انسانیت کے لئے اور بالخصوص انکے لئے جو اپنی مال و دولت اور قوت پر غرور کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں ،انہیں چاہیئے کہ وہ اس سورت اور واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

سورۃ القریش

﴿درس نمبر ۲۵﴾ **وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں** ﴿القریش ۱۔تا۔۴﴾

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ (۱) إِلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (۲) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ (۳)
الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (۴)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ۔لِإِيلَٰفِ بوجہ مانوس ہونے کے قُرَيۡشٍ قریش کے (۱) إِۦلَٰفِهِمۡ مانوس ہونا ان کا رِحۡلَةَ سفر سے الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ سردی اور گرمی کے (۲) فَلۡيَعۡبُدُواْ لہٰذا چاہیے کہ وہ عبادت کریں رَبَّ مالک کی هَٰذَا ٱلۡبَيۡتِ اس گھر (کعبہ) کے (۳) ٱلَّذِيٓ وہ ذات جس نے أَطۡعَمَهُم کھانا کھلایا ان کو مِّن جُوعٖ بھوک میں وَءَامَنَهُم اور امن دیا ان کو مِّنۡ خَوۡفِۭ خوف سے (۴)

ترجمہ: ۔قریش کی مانوس کرنے کے سبب O یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب O لوگوں کو چاہیئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں O جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

سورہ کی فضیلت: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: س نے سورہ لِإِيلَٰفِ قُرَيۡشٍ کی تلاوت کی اسے کعبہ کا طواف اور اس میں اعتکاف کرنے والوں سے دس گنا زیادہ ثواب دیا جائے گا۔(التفسیر الوسیط للواحدی۔ج،٤۔ص،٥٥٥)

تشریح :ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں۔

٢. یعنی وہ لوگ سردی اور گرمی کے موسموں میں سفر کرنے کے عادی ہیں۔

٣. اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔

٤. یہ وہ مالک ہے جس نے بھوک کی حالت میں انہیں کھانا دیا۔

٥. بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا۔

اللہ تعالی نے اس ابرھہ کے لشکر کو جو ہلاک کیا وہ اسی قوم قریش کے لئے کیا، پھر آگے اللہ تعالی نے قریش کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قریش کی قوم ایسی ہے جو عادی ہے، اب یہ لوگ کس چیز کے عادی ہیں اسے اگلی آیت میں بیان فرمایا کہ یہ لوگ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں سفر کرنے کے عادی ہیں، چونکہ مکہ ایک ایسا مقام تھا کہ معیشت صرف تجارت پر منحصر تھی، صحرا ہونے کی وجہ سے یہاں کھیتی وغیرہ نہیں کی جاتی تھی اس لئے لوگ معاش حاصل کرنے کے لئے مختلف مقامات کا تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے عموما یہ لوگ موسم سرما میں یمن کا سفر کرتے تھے اس لئے کہ یہ علاقہ بہت ہی گرم ہوتا تھا اس لئے ان لوگوں نے اس جانب سفر کرنے کے لئے موسم سرما کا انتخاب فرمایا اور موسم گرما میں یہ

لوگ ملک شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے اس لئے کہ یہ ملک بہت سردی والے ہیں جہاں سرما میں سفر کرنا مشکل ہوتا ہے جسکے لئے ان لوگوں نے موسم گرما کو اس ملک کے سفر کے لئے منتخب کیا، جب یہ اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تو تمام ملکوں میں قریش اور مکہ کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے محبوب اور برگزیدہ ہیں اس لئے ان پر حملہ کرنے کی کسی میں ہمت نہیں ہے اس طرح اصحاب فیل کے واقعہ کے ذریعہ اللہ تعالی نے اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا دیا جس کے سبب بلاخوف وخطر یہ قریش مختلف ملکوں کا سفر کیا کرتے تھے اب چونکہ اللہ تعالی کا خاص انعام اور احسان اس قوم قریش پر ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالی کا زیادہ سے زیادہ شکر کریں اور شکر کرنے کا طریقہ اللہ تعالی نے خود بیان کرتے ہوئے فرمایا فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کہ ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک اللہ تعالی کی عبادت کریں۔ اللہ تعالی نے ان پر کئے گئے دیگر انعامات کو یوں بیان فرمایا کہ انہیں اس اللہ کی عبادت کا حکم دیا جارہا ہے جس نے انہیں بھوک کی حالت میں کھلایا، یہ لوگ واقعہ فیل سے پہلے اپنے شہر کو چھوڑ کر تجارت کے لئے نہیں جایا کرتے تھے اس لئے کہ انہیں خوف تھا کہ اگر ہم اپنے شہر کو چھوڑ کر کہیں جائیں گے تو لوگ حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیں گے، لیکن جب اللہ تعالی نے اصحابِ فیل کو ہلاک کیا تو اسکے بعد کسی قوم کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ مکہ پر حملہ کرے اس طرح وہ لوگ خوف سے بالکل مامون ہوگئے اور بلاخوف وخطر اپنے شہر کو چھوڑ کر تجارت کے لئے دوسرے ممالک کا سفر کرنے لگے اور انہیں راستہ میں کوئی لوٹتا بھی نہیں تھا، جسکے سبب انکی روزی میں اضافہ ہوا، جو لوگ پہلے کئی کئی دن بھوکے رہتے تھے اب یہ لوگ مختلف قسم کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے لگے یہ سب کچھ انہیں اسی رب نے عطاء کیا جس کی عبادت کا انہیں حکم دیا جارہا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات چیزوں کے سبب اللہ تعالی نے قریش کو فضیلت بخشی ہے، ایک یہ کہ میں ان میں سے ہوں، دوسرا یہ کہ اللہ تعالی نے نبوت کو اس قوم میں باقی رکھا، تیسرا یہ کہ خانۂ کعبہ کی دربانی اسی قوم کو ملی، چوتھا یہ کہ حجاج کو پانی پلانے کا شرف اسی قوم کو دیا گیا، پانچواں یہ کہ اللہ تعالی نے اصحاب فیل کے مقابلہ میں انکی مدد کی، چھٹواں یہ کہ یہی وہ قوم ہے جس نے تنہا دس سال تک صرف اللہ کی عبادت کی، انکے علاوہ کسی اور نے اس وقت اللہ کی عبادت نہیں کی، ساتواں یہ کہ اللہ تعالی نے انکے بارے میں قرآن نازل فرمایا اور پھر اس مکمل سورت کی تلاوت فرمائی۔ (مستدرک حاکم۔ ۳۹۷۵)

سورۃ الماعون

﴿درس نمبر ۲۶﴾ **وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے** ﴿الماعون ۱۔تا۔۷﴾

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ (۱) فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (۲) وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (۳) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (۴) الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (۵) الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (۶) وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (۷)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ أَرَءَيْتَ بھلا دیکھا آپ نے الَّذِي اس شخص کو جو يُكَذِّبُ جھٹلاتا ہے بِالدِّينِ جزا کو (۱) فَذَٰلِكَ الَّذِي تو یہ وہ (شخص) ہے جو يَدُعُّ دھکے دیتا ہے الْيَتِيمَ یتیم کو (۲) وَلَا يَحُضُّ اور وہ شوق نہیں دلاتا عَلَىٰ طَعَامِ کھانا کھلانے پر الْمِسْكِينِ مسکین کو (۳) فَوَيْلٌ چنانچہ ہلاکت ہے لِّلْمُصَلِّينَ (ان) نمازیوں کے لیے (۴) الَّذِينَ هُمْ وہ جو عَن صَلَاتِهِمْ اپنی نماز سے سَاهُونَ غفلت کرتے ہیں (۵) الَّذِينَ هُمْ وہ جو يُرَاءُونَ دکھلاوا کرتے ہیں (۶) وَيَمْنَعُونَ اور وہ روکتے ہیں الْمَاعُونَ استعمال کی معمولی چیزیں بھی (۷)

ترجمہ:۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ O یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے O اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا O تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے O جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں O جو ریا کاری کرتے ہیں O اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے۔

سورہ کی فضیلت: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ أَرَأَيْتَ الَّذِي پڑھا اللہ اسکی مغفرت فرمادیگا جبکہ وہ زکوۃ ادا کرنے والا ہو۔

(تخریج أحادیث الکشاف للزیلعی۔ج،۴۔ص،۲۹۹)

تشریح: ان سات آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو سزا و جزا کو جھٹلاتا ہے؟۔
۲. وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
۳. مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

٤. بڑی خرابی ہے ان نماز پڑھنے والوں کی جو نماز سے غفلت برتتے ہیں۔
٥. دکھاوے کی خاطر نماز پڑھتے ہیں۔
٦. دوسروں کو معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں۔

پچھلی سورت میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالی ہی نے قریش مکہ کو بھوک کے عالم میں کھلایا اور انہیں اس رب کی عبادت کرنے کا حکم دیا، جس رب نے انہیں کھلایا اسی کے دئے ہوئے میں سے دوسروں کو کھلانا یہ حق ہے، جو اس حق کا انکار کرتے ہوئے مساکین کو نہیں کھلائے گا وہ گناہ گار ہوگا اور گنہگار کا انجام آخرت میں برا ہونے والا ہے اسی حقیقت کو اس سورت میں بیان فرمایا گیا اور یہ بھی بتلادیا گیا کہ جو کوئی اس رب کی عبادت سے جبکہ اس نے اسکی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے منہ موڑے گا اسکا بھی قیامت کے دن خسارہ ہوگا، چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کا، حساب و کتاب کا، جزا وسزا کا انکار کرتا ہے؟ یہ کتنی تعجب کی بات ہے کہ جس رب نے انہیں پیدا کیا، بھوک کے عالم میں کھانا دیا، خوف کے ماحول میں امن دیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ انہیں دوبارہ زندہ کرکے انکے اعمال کا حساب لے؟ پھر اس شخص کی حماقت تو دیکھو کہ یہ یتیموں کو جھڑکتا اور دھکے دیتا ہے جب وہ انکے پاس اس مال سے کچھ حصہ مانگنے کے لئے آتا ہے، جب انکا انکے پاس کچھ نہیں تو پھر دینے میں بخل کیوں؟ کیا انکے پاس یہ قدرت ہے کہ وہ روزی کو اللہ کی منشا و رضا کے بغیر حاصل کرپائیں؟ نہیں! تو پھر یہ لوگ کیوں یتیموں اور مسکینوں کو اس اللہ کے دئے ہوئے مال میں سے دینے سے انکار کرتے ہیں، انکا حال تو یہ ہے کہ نہ تو خود یہ کسی محتاج وغریب کو دیتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو دینے کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ یہ لوگ دینے والے کو روکتے اور ٹوکتے ہیں، سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ٣٤ میں بھی فرمایا گیا وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ کہ وہ مساکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا ہے، سورۂ فجر کی آیت نمبر ١٧، ١٨ میں بھی فرمایا گیا كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ تم لوگ ایسے ہو کہ غریبوں کی عزت نہیں کرتے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے، جبکہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اور یقیناً اسکی سزا آخرت میں اللہ تعالی ضرور دیگا، ان آیتوں کے شان نزول سے متعلق مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا کہ یہ آیتیں عاص بن وائل السہمی کے

بارے میں نازل ہوئیں اور بعض نے کہا کہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں، اور بعض نے کہا کہ ابو جہل کے بارے میں تو بعض نے عمرو بن عائذ اور ابو سفیان کا نام لیا ہے، الغرض بتانا یہاں یہ مقصود ہے کہ یہ سارے کے سارے کام گناہ کے ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے، پھر آگے اور چند بُرے افعال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی قیامت کے دن خرابی ہونے والی ہے جو اپنی نمازوں کے ساتھ غفلت برتتے ہیں، نمازوں کے ساتھ غفلت برتنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ انہیں ادا ہی نہیں کرتے، دوسرا یہ کہ ادا تو کرتے ہیں لیکن جس طرح اور جس خضوع وخشوع سے اسے ادا کرنا چاہئے ایسے ادا نہیں کرتے بلکہ اسکے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی برتتے ہیں بلکہ محض سر سے بوجھ اتارنے کے لئے بے دلی سے پڑھ لیتے ہیں تو یہ بھی گناہ اور قیامت کے دن ہلاکت کا سبب ہے اور ایسے لوگوں کی بھی قیامت کے دن خرابی ہونے والی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن اللہ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے تاکہ لوگ انکے بارے میں کہیں کہ یہ بہت بڑے نمازی ہیں وغیرہ وغیرہ، عبادت کا تو حق ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہو اگر اس حق کو کوئی ادا نہ کرے تو اسکا وبال قیامت کے دن اسی پر پڑے گا، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالی بندوں کو انکے اعمال کی جزا دے گا تو اس وقت یہ ریاکار لوگ بھی آئیں گے تب اللہ تعالی ان سے کہے گا کہ جاؤ انہی لوگوں کے پاس جنہیں تم دکھانے کے لئے یہ عبادتیں کیا کرتے تھے اور دیکھو! کیا وہ لوگ تمہیں ان عبادتوں کا بدلہ دیتے ہیں؟ (مسند احمد۔٢٣٦٣٦) اسکے بعد آخر میں فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے بھی خرابی ہے جو چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ کی راہ میں دینے سے منع کرتے ہیں ایسے سارے لوگوں کی قیامت کے دن ہلاکت ہونے والی ہیں، بعض مفسرین نے یہاں فرمایا کہ ”الماعون“ سے مراد زکوٰۃ ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں انکی بھی خرابی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جو مسلمانوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھا کرتے تھے جب وہ آتے تھے، اور جب وہ نہیں آتے تو نماز ہی نہیں پڑھتے تھے اور اسی طرح کوئی چیز عاریتاً دینے سے بھی منع کیا کرتے تھے۔ (التفسیر المنیر۔ج۳۰،ص۴۲۳)

اللہ تعالی ہم تمام کو ان تمام بری صفات سے محفوظ رکھے آمین۔

سورۃ الکوثر

﴿درس نمبر ۲۷﴾ **اے پیغمبر! یقین جانو ہم نے آپ کو کوثر عطاء کر دی ہے** ﴿الکوثر ۱۔تا۔۳﴾

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ (١) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ (٢) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ (٣)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ إِنَّآ یقیناً ہم نے أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ آپ کو کوثر عطا کی (۱) فَصَلِّ تو آپ نماز پڑھیں لِرَبِّكَ اپنے رب کے لیے وَٱنْحَرْ اور قربانی کریں (۲) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی ٱلْأَبْتَرُ بے نام ونشان رہے گا (۳)

ترجمہ:۔ (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے O تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو O کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔

سورہ کی فضیلت:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ ﷺ نے پڑھا: بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ، إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ یہاں تک کہ آپ نے پوری سورۃ ختم فرما دی، پھر پوچھا: تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کو زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، کوثر ایک نہر کا نام ہے، جسے میرے رب نے مجھے جنت میں دینے کا وعدہ کیا ہے۔ (ابوداود۔۷۸٤)

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. اے پیغمبر! یقین جانو ہم نے آپ کو کوثر عطاء کر دی ہے۔

۲. آپ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی دو۔

۳. یقین جانو آپ کا دشمن ہی وہ ہے جسکی جڑ کٹی ہوئی ہے۔

اس سورت میں جو اچھی عادتیں اور صفات ہیں انہیں بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو ایسا خیر کثیر عطاء فرمایا ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں بلکہ ابدی ہے اسی خیر کثیر میں سے ایک نہر کوثر ہے جو ہم آپ کو جنت میں عطاء فرمائیں گے، لہٰذا اے نبی! آپ اپنے رب کی اس نعمت کے شکرانہ میں عبادت کیجئے، ایسی عبادت کہ جو اسی کے لئے خالص ہو ان منافقین کی طرح نہ ہو جو بطور ریاء عبادت کرتے ہیں اور پھر اپنے رب کی رضا اور غرباء کے نفع کے لئے قربانی بھی دیا کریں کہ اس قربانی کا

گوشت مستحق غریبوں تک پہنچے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں، اور رہی بات آپ کے دشمنوں کی کہ وہ آپ کو مقطوع النسل کہتے ہیں تو انہیں سن لینا چاہئے کہ مقطوع النسل تو یہی لوگ ہیں کہ مرنے کے بعد انکا نام ونشان تک اس دنیا میں باقی نہیں رہیگا اور آپ کی نسل کو تو اللہ تعالی نے اس امت کی شکل میں قیامت تک باقی رکھا ہے تو اس لحاظ سے ابتر آپ کے دشمن ہوئے یا آپ؟ یقیناً آپ کے دشمن بے نام ونشان ہیں اور آپ کا نام تو قیامت تک بلند ہی بلند ہے۔ یہ اللہ تعالی کا خاص انعام ہے جو اس نے آپ پر فرمایا لہٰذا آپ ان مشرکوں اور کافروں کی باتوں سے منہ موڑ کر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیے، اس سورت میں لفظ ''الکوثر'' بیان فرمایا جسکے معنی سے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں اس لئے علماء نے اسکی تفسیر خیر کثیر سے فرمائی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے (مستدرک حاکم۔۳۹۷۹) تو اب جتنے بھی معنی اسکے لئے جائیں وہ سب درست ہوجائیں گے کیونکہ وہ سارے کے سارے خیر کثیر ہی میں شامل ہوں گے اور احادیث میں "الکوثر" جنت کی اس نہر کو بھی کہا گیا ہے جو قیامت کے دن آپ علیہ السلام کو عطاء کی جائے گی۔اس سورت کے شان نزول کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو ابوجہل اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا کہ محمد ابتر ہوگئے (یعنی کہ انکی جڑ کٹ گئی ہے انکی نرینہ اولاد باقی نہیں رہی) تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کا دشمن ہی ابتر ہے یعنی ابوجہل۔(تفسیر قرطبی۔ج۲۰۔ص،۲۲۳) بعض مفسرین نے اس سے مراد عاص بن وائل اور بعض نے عقبہ بن ابو معیط لیا ہے، الغرض ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالی کا یہ جواب ہے جس نے آپ علیہ السلام پر عیب تراشی کرنی چاہی۔

سورۃ الکافرون

﴿درس نمبر ۲۸﴾ **تم اسکی عبادت نہیں کرتے جسکی میں عبادت کرتا ہوں** ﴿الکافرون ۱۔تا۔۶﴾

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ (١) لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (٢) وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ (٣) وَلَآ أَنَا۠ عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ (٤) وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ (٥) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِىَ دِينِ (٦)

لفظ بہ لفظ ترجمہ :۔قُلْ آپ کہہ دیجئے يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ اے کافرو! (١) لَآ أَعْبُدُ میں عبادت نہیں کرتا مَا تَعْبُدُونَ جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو (٢) وَلَآ أَنتُمْ اور نہ تم عَٰبِدُونَ عبادت

کرنے والے ہو مَآ أَعۡبُدُ جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۳) وَلَآ أَنَا۠ اور نہ میں (ہی) عَابِدٌ عبادت
کرنے والا ہوں مَّا عَبَدتُّمۡ جس کی تم عبادت کرتے ہو (۴) وَلَآ أَنتُمۡ اور نہ تم (ہی) عَٰبِدُونَ
عبادت کرنے والے ہو مَآ أَعۡبُدُ جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۵) لَكُمۡ تمہارے لیے دِينُكُمۡ
تمہارا دین ہے وَلِيَ اور میرے لیے دِينِ میرا دین (۶)

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر! منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو!O جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتاO اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے O اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں O اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں O تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

سورہ کی فضیلت: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اسکے ساتھ دو سورتیں ہوں تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوگا، قُلۡ يَآ أَيُّهَا الۡكَافِرُونَ اور قُلۡ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. (کنزالعمال۔۲۷۱۹)

تشریح: ان چھ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. تم کہہ دو کہ اے حق کا انکار کرنے والو! میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔
۲. تم اسکی عبادت نہیں کرتے جسکی میں عبادت کرتا ہوں۔
۳. نہ میں آئندہ اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم کرتے ہو۔
٤. نہ تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔
٥. تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

اے نبی! آپ ان کافروں و مشرکوں سے جو حق و ایمان کا انکار کرتے ہیں بالکل صاف انداز میں کہہ دیجئے کہ میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ یہ بت اور مٹی و پتھر کے بنے پتلے، یہ تمہارے بناوٹی معبود جن کو تم معبود سمجھتے ہو کسی کام کے نہیں ہیں، نہ تو وہ خود اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری تو پھر یہ کیسے معبود ہو گئے؟ معبود تو وہ ہوتا ہے جو ساری کائنات کو پیدا کرے اور اس کائنات کا سارا نظام سنبھالے اور ہر کسی کا خیال رکھے کہ بیماروں کو شفا عطا کرے، بھوکوں کو کھلائے، پریشان حال لوگوں کی مدد کرے، روزی روٹی پہنچائے وغیرہ یہ وہ کام ہیں جو حقیقی معبود کے علاوہ کوئی

نہیں کرسکتا اور یہ حقیقی معبود وہی ہے جسکی میں عبادت کرتا ہوں اور اسکے علاوہ کبھی کسی اور کی عبادت نہ کرتا ہوں اور نہ کبھی کرونگا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے اندر ان باطل معبودوں کی محبت اس طرح بھری ہوئی ہے کہ تم انہیں چھوڑ کر کبھی اس حقیقی معبود کی عبادت نہیں کروگے جسکی میں عبادت کرتا ہوں، ان الفاظ کو دو مرتبہ تاکیداً ادہرایا گیا کیونکہ یہ بات اللہ تعالی کے علم میں ہے کہ یہ چند کفار و مشرکین ایسے ہیں جو کبھی اللہ پر ایمان نہیں لائیں ــ اسکے بعد ان کفار و مشرکین سے برات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب یہ بات تو صاف ہوگئی کہ نہ تم میرے معبود کی عبادت کروگے اور نہ میں تمہارے معبودوں کی، لہٰذا تم اپنا کام کرتے رہو اور اپنے اسی باطل دین پر رہو اور میں اپنے حقیقی اور سچے دین پر قائم رہوں گا، اب قیامت کے دن ہی یہ فیصلہ ہوگا کہ کون صحیح دین پر تھا؟ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۴۱ میں فرمایا گیا وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ اے پیغمبر! اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، تم لوگ میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے، اور سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۵ میں بھی فرمایا گیا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ لہٰذا تمہیں تمہارے اعمال کی جزا ملے گی اور مجھے میرے اعمال کی اور نہ ہی تمہارے اعمال کی مجھ سے پوچھ ہوگی اور نہ تم سے میرے اعمال کی۔ اس سورت کے شانِ نزول سے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے نبی رحمت ﷺ کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ انہیں اتنا مال دیں گے کہ وہ مکہ میں سب سے مالدار ہوجائیں گے یا اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو وہ نکاح کرادینگے، کفار نے کہا کہ یہ آپ کے لئے ہماری طرف سے پیشکش ہے مگر آپ کو اسکے بدلہ میں یہ کرنا ہوگا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا بند کردیں اور انکا برائی کے ساتھ ذکر نہ کریں، اگر آپ کو یہ پیشکش پسند نہ آئی ہو تو ہم دوسری پیشکش آپ کیلئے رکھتے ہیں، نبی رحمت ﷺ نے پوچھا کہ اب وہ کیا ہے؟ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ہمارے معبود لات و عزی کی ایک سال تک کے لئے عبادت کریں تو ہم بھی آپکے معبود کی ایک سال تک عبادت کرینگے، اس پر نبی رحمت ﷺ نے کہا کہ مجھے میرے رب کے فرمان کا انتظار ہے چنانچہ اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورت قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لے کر نازل ہوئے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی۔ ۷۵۱) خلاصہ یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کے لائق ذات کسی اور کی نہیں، اسے چھوڑ کر ایک لمحہ کیلئے بھی غیروں کی عبادت نہیں کرنا چاہیے وہ کسی کو خوش کرنے کیلئے ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں ۔ اللہ ہم تمام کو اخلاص کے ساتھ مرتے دم تک اس ایک اللہ ہی کی عبادت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین ۔ حضرت ابو فروہ بن نوفل اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہیں آپ علیہ السلام نے یہ حکم فرمایا کہ وہ بستر پر لیٹتے وقت اس سورہ کو مکمل پڑھیں، اس لئے کہ اسکی تلاوت شرک سے برات کا اظہار ہے ۔ (شعب الایمان للبیہقی ۔ ۲۲۸۹)

سورۃ النصر

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے

﴿درس نمبر ۲۹﴾ ﴿النصر ۱ ۔ تا ۔ ۳﴾

إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ (۱) وَرَأَيۡتَ ٱلنَّاسَ يَدۡخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفۡوَاجٗا (۲) فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابَۢا (۳)

لفظ بہ لفظ ترجمہ : ۔ إِذَا جَآءَ جب آ جائے نَصۡرُ ٱللَّهِ اللہ کی مدد وَٱلۡفَتۡحُ اور فتح (۱) وَرَأَيۡتَ اور آپ دیکھیں ٱلنَّاسَ لوگوں کو يَدۡخُلُونَ (کہ) وہ داخل ہو رہے ہیں فِي دِينِ ٱللَّهِ اللہ کے دین میں أَفۡوَاجٗا فوج در فوج (۲) فَسَبِّحۡ تو آپ تسبیح کیجئے بِحَمۡدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کے ساتھ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُ اور اس سے بخشش مانگیے إِنَّهُۥ بلاشبہ وہ كَانَ تَوَّابَۢا بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے (۳)

ترجمہ : ۔ جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی) O اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں O تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو بیشک وہ معاف کرنے والا ہے ۔

سورہ کی فضیلت : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے شادی کرلی؟ انہوں نے کہا: نہیں، قسم اللہ کی! اللہ کے رسول نہیں کی ہے، اور نہ ہی میرے پاس ایسا کچھ ہے جس کے ذریعہ میں شادی کرسکوں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس سورۃ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میرے پاس ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سورۃ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس سورۃ إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، کیوں

نہیں؟ (ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس سورۃ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، کیوں نہیں۔ (ہے) آپ ﷺ نے فرمایا، (یہ) چوتھائی قرآن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس سورۃ إِذَا زُلْزِلَتِ ٱلْأَرْضُ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، کیوں نہیں؟ (ہے) آپ ﷺ نے فرمایا، یہ ایک چوتھائی قرآن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، تم شادی کرو۔ (ترمذی ۔۲۸۹۵)

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. جب اللہ تعالی کی مدد اور فتح آجائے۔

٢. آپ لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں شامل ہو رہے ہیں۔

٣. آپ اس پر اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح بھی بیان کیجئے۔

٤. اس سے مغفرت مانگیے۔

٥. یقین جانئے کہ وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

اے نبی! جب آپ اللہ تعالی کی مدد کو آتا دیکھو اور دیکھو کہ اس اللہ نے سارے ملکوں پر خصوصا مکہ پر آپ ﷺ کو فتح دے دی۔ جب اللہ نے آپ کو اسلام کو پھیلانے کی ذمہ داری دیکر بھیجی تو اس وقت آپ خود اپنے شہر میں تکلیفیں اٹھاتے رہے لیکن آج اللہ تعالی نے آپ پر اپنا انعام ایسا فرمایا کہ آپ کو بہت سارے ملکوں پر فتح نصیب فرمائی اور جب آپ یہ بھی دیکھو کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں جبکہ اس سے قبل ایک ایک یا دو دو آدمی اسلام میں چھپتے چھپاتے داخل ہوتے تھے لیکن اب علی الاعلان قوم کی قوم، قبیلے کے قبیلے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اللہ تعالی کی اس نعمت اور انعام پر جو اس نے آپ پر کی ہے اسکی تسبیح کے ساتھ ساتھ حمد بھی بیان کیجئے کیونکہ اللہ تعالی کی نعمتوں پر شکر اور حمد کرنا یہ ایک نیک اور مخلص بندہ کی علامت ہے لہٰذا آپ اس علامت کو اپنے سے جدا ہونے نہ دیں بلکہ اور بھی زیادہ آپ اس رب کی پاکی وحمد بیان کیجئے، اور ساتھ میں تواضع کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی سے استغفار بھی کرتے رہیئے تاکہ تکبر و بڑائی کی جھلک بھی آپ کے عمل میں ظاہر نہ ہونے پائے اور آپ کے اس عمل سے آپ کی امت کو بھی سبق مل جائے کہ جب تمہارے پاس ہر طرح کا خیر آجائے اور تمہیں غلبہ نصیب ہو جائے تو تمہیں مغرور ہو کر اس اللہ کو بھولنا نہیں چاہیئے بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے

بڑے ہی تواضع کے ساتھ اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے رہنا چاہئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ علیہ السلام کثرت سے سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھنے لگے۔ (بخاری۔٤٩٦٧) اکثر علماء کی رائے یہاں نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ سے مراد فتح مکہ ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار مکہ پر غلبہ عطاء کر کے اس شہر پر فتح نصیب فرمائی، اسی بنا پر علماء تفسیر نے بیان فرمایا کہ فتح مکہ آٹھ سن ہجری رمضان مبارک میں ہوا اور یہ سورت دس سن ہجری کو نازل ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے اور اس سورت کے نازل ہونے کے ستر دن بعد ربیع الاول ۱۱ سن ہجری میں آپ علیہ السلام کا وصال ہوا۔ (التفسیر المنیر۔ج،٣٠۔ص،٤٤٧)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنی مجلس میں اس وقت بھی بلا لیتے جب وہاں بدر کی جنگ میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوتے۔ اس پر بعض لوگ کہنے لگے اس جوان کو آپ ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہیں؟ اس کے جیسے تو ہمارے بچے بھی ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کا علم و فضل تم جانتے ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر ان بزرگ صحابیوں کو ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ بیان کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ مجھے اس دن آپ نے اس لیے بلایا تھا تاکہ آپ میرا علم بتاسکیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ ختم سورت تک کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کسی نے کہا کہ ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں کہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی۔ بعض نے کہا کہ ہمیں اس سے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے اور بعض نے کوئی جواب نہیں دیا پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: ابن عباس! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں، پوچھا، پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہوگئی تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی نشانی ہے۔ اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح اور اس کی مغفرت طلب کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا وہی میں بھی سمجھتا ہوں۔ (بخاری۔٤٢٩٤) اور یہ بات خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس سورت میں آپ علیہ السلام کے وصال کی خبر دی گئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے

فرمایا کہ اس سورت میں میری وفات کی خبر دی گئی ہے کہ اس سال میرا وصال ہوگا۔ (مسند احمد۔ ۱۸۷۳)
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

سورۃ اللھب

﴿درس نمبر ۳۰﴾ ابولہب کے ہاتھ برباد ہوں ﴿اللھب ۱۔تا۔۵﴾

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (۱) مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (۲) سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۳)
وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۴) فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ (۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ تَبَّتْ ٹوٹ جائیں يَدَآ دونوں ہاتھ أَبِي لَهَبٍ ابولہب کے وَتَبَّ اور وہ ہلاک ہو گیا (۱) مَآ أَغْنَىٰ نہ فائدہ دیا عَنْهُ اس کو مَالُهُ اس کے مال نے وَمَا اور جو کچھ كَسَبَ اس نے کمایا (۲) سَيَصْلَىٰ وہ ضرور داخل ہوگا نَارًا ایسی آگ میں ذَاتَ لَهَبٍ جو شعلوں والی ہے (۳) وَامْرَأَتُهُ اور اس کی بیوی بھی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (جو) لکڑیاں ڈھونے والی ہے (۴) فِي جِيدِهَا اس کی گردن میں حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ چھال کی بٹی ہوئی رسی (ہوگی) (۵)

ترجمہ:۔ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو O نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا O وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا O اور اس کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے O اس کے گلے میں مونجھ کی رسی ہوگی۔

سورہ کی فضیلت: عبدالواحد بن سلیم کہتے ہیں کہ میں مکہ گیا تو عطاء بن ابی رباح سے ملاقات کی اور ان سے کہا، ابومحمد! بصرہ والے تقدیر کے سلسلے میں (بر سبیل انکار) کچھ گفتگو کرتے ہیں، انہوں نے کہا، بیٹے! کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا، سورۃ الزخرف پڑھو، میں نے پڑھا، حٰمٓ ۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ حم، قسم ہے اس واضح کتاب کی، ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے کہ تم سمجھ لو، یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے، اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے۔ (الزخرف، ۱۔۴) پڑھی،

انہوں نے کہا، جانتے ہو ام الکتاب کیا ہے؟ میں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، انہوں نے کہا، وہ ایک کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے لکھا ہے، اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فرعون جہنمی ہے اور اس میں تَبَّتۡ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے، اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا (تبت :١) بھی لکھا ہوا ہے۔(ترمذی۔٢١٥٥)

تشریح :ان پانچ آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١.ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں اور وہ خود برباد ہو چکا ہے۔

٢.اسکی دولت جو اس نے کمائی تھی، اسکے کچھ کام نہ آئی۔

٣.وہ بھڑ کتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔

٤.اسکی بیوی بھی جو اپنی گردن میں مونجھ کی رسی لئے ہوئے لکڑیاں جمع کرتی تھی۔

جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے اسے دنیا اور آخرت دونوں میں بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے چنانچہ فرمایا کہ ہاتھ تو ابولہب کے ہلاک و برباد ہوں اور یہ ہلاکت اور بربادی تو ابوجہل کی اس وقت سے ہی شروع ہوگئی جب سے اس نے آپ علیہ السلام کو تکلیفیں دینی اور آپکی مخالفت کرنی شروع کی اور اسے اس بربادی سے اسکا وہ مال نہ بچا سکا جسے اس نے کمایا تھا اور نہ ہی وہ جاہ و مرتبہ اسے اس عذاب اور ہلاکت سے بچا سکا جو اس نے حاصل کیا تھا، اسکی ہلاکت کل قیامت کے دن اس طرح ہوگی کہ اسے قیامت کے دن بھڑ کتے شعلوں والی آگ میں داخل کیا جائے گا جو اسے بھون کر رکھ دیگی، اس کے ساتھ اسکی بیوی کو بھی اس آگ میں ڈالا جائے گا اس لئے کہ وہ بھی اسکے برے عمل میں اسکا ساتھ دیتی تھی کہ وہ کانٹے اور کانٹے دار ٹہنیاں دن بھر اپنے گلے میں بانٹی ہوئی رسی میں جمع کرتی اور پھر رات کے وقت آپ علیہ السلام اور آپکے کے اصحاب کے راستہ میں بچھایا کرتی تھی تا کہ وہ انہیں تکلیف پہنچائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اسے بھی اس عذاب میں شامل فرمائے گا اور جس طرح وہ رسی کی مدد سے کانٹوں کو اپنے گلے میں باندھا کرتی تھی اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اسے آگ کی رسی پہنائے گا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا کہ جو بھی ہمارے نبی کو تکلیف پہنچائے گا اسے ہم بخشیں گے نہیں بلکہ دردناک عذب میں مبتلا رکھیں گے۔ یہ ابولہب تھا کون اور اس نے ایسا کیا کیا جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا عذاب نازل فرمایا۔ ابولہب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا جس کا نام عبد العزی بن عبد المطلب تھا، یہ تھا تو

آپ علیہ السلام کا چچا لیکن نبی رحمت کو ایذا پہنچانے میں پیش پیش رہتا تھا، چنانچہ جب وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام صفا پہاڑی پر چڑھے اور ہر قبیلہ کا نام لے لیکر انہیں جمع کیا، لہٰذا سب جمع ہو گئے اور جو جمع نہ ہوسکتا تھا اس نے اپنے ایک قاصد کو بھیجا کہ جاو دیکھو تو کیا ہو رہا ہے؟ الغرض وہاں ابولہب اور سارے قریش بھی جمع ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں کہوں کہ فلاں وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کے لئے آیا ہے تو کیا تم لوگ میری اس بات کو سچ سمجھو گے؟ تو سب نے کہا کہ ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو تو ہمیشہ سچ کہتے ہوئے دیکھا ہے، اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو پھر میری بات سنو کہ میں تمہیں ایک ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، یہ سننا تھا کہ ابولہب نے کہا کہ تم برباد ہو جاو کیا تم نے ہمیں اس بات کے لئے ہی جمع کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالی نے یہ سورت نازل فرمائی۔ (بخاری۔۴۷۷۰) ابولہب کی بیوی جس کا تذکرہ اس سورت میں کیا گیا اس کا نام اروی بنت حرب بن امیہ تھا اور کنیت ام جمیل تھی (التفسیر المنیر۔ج،۳۰۔ص،۴۵۶) جب اس نے یہ سورت سنی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہاتھ میں پتھر لیکر آئی جبکہ آپ مسجد میں کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے لیکن اللہ تعالی نے اسکی آنکھ سے آپ علیہ السلام کو چھپا دیا کہ وہ آپ کو دیکھ نہ پائی اور حضرت ابوبکر سے کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے دوست نے میری ہجو کی ہے اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے نظر آجائے تو میں ان پتھروں سے انکے منہ پر ماروں گی اور کہی کہ میں بھی شاعرہ ہوں پھر اس نے کہا کہ ایک مذموم شخص کو ہم نے جھٹلایا، اور انکی بات کو ٹھکرایا اور انکے دین سے نفرت جتائی یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی۔ (تفسیر قرطبی۔ج،۲۰۔ص،۲۳۵) الغرض اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ بالکل واضح کر دیا کہ جو کوئی ہمارے نبی اور ہمارے نیک بندوں کو تکلیف دیتا ہے ہم اسے دنیا میں بھی برباد کر دیتے ہیں اور آخرت میں بھی۔

سورۃ الاخلاص

﴿درس نمبر ۱۳﴾ **کہہ دو کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے** ﴿الاخلاص ۱۔تا۔۴﴾

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (۱) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (۳) وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (۴)

لفظ بہ لفظ ترجمہ :۔ قُلْ آپ کہہ دیجئے هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وہ اللہ یکتا ہے (۱) اللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے (۲) لَمْ يَلِدْ اس نے (کسی کو) نہیں جنا وَلَمْ يُولَدْ اور نہ وہ (خود) جنا گیا (۳) وَلَمْ يَكُن اور نہیں ہے لَّهُ كُفُوًا اس کا ہمسر أَحَدٌ کوئی بھی (۴)

ترجمہ :۔ کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے O (وہ) معبود برحق جو بے نیاز ہے O نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا O اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

سورہ کی فضیلت: ضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آیا، آپ ﷺ نے وہاں ایک آدمی کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھتے ہوئے سنا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، واجب ہوگئی۔ میں نے کہا، کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا، جنت (واجب ہوگئی)۔ (ترمذی۔۲۸۹۷)

تشریح : ان چار آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. کہہ دو کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔

۲. اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اسکے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔

۳. نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

٤. اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں۔

اے پیغمبر! آپ ان مشرکین و کفار سے کہہ دیجئے جو آپ سے آپ کے رب کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہ اللہ ایک ہے اور تنہا ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی، اسکا نہ تو کوئی شریک ہے اور نہ کوئی ہم مثل، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے کہ اسے کسی کی ضرورت نہیں البتہ ساری مخلوق اسکی محتاج اور ضرورتمند ہے، اسکی نہ تو کوئی اولاد ہے کہ جو اسکی خدائی میں شریک ہو جیسے کہ مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ ملائکہ اسکی بیٹیاں ہیں اور یہود کا عقیدہ ہے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاری کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، ان سارے عقیدوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ، وہ اس سے پاک ہے کہ نہ تو اسکی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی خود وہ کسی کی اولاد، وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا اور نہ ہی اسکے مقابل کا کوئی ہے، اس آیت میں اللہ تعالی کی جانب بیوی کو منسوب کرنے کی نفی کی گئی کہ اسے ان ساری چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں یہ سب تو انسان کے لئے ضروری ہیں نہ کہ اس خدا کے لئے جس نے خود ان انسانوں کو پیدا فرمایا۔ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۰۱ میں بھی فرمایا گیا بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرْضِ، أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ، وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ، وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ کہ وہ تو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے پھر یہ کیسے مناسب ہو کہ اسکی اولاد ہو؟ اور نہ ہی اسکی کوئی بیوی ہے، وہ تو ایسا ہے کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اور سورۃ مریم کی آیت نمبر ۹۲ میں بھی اس بات کی نفی کی گئی ہے وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا، إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اسکی کوئی اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسا نہیں جو خدائے رحمن کے پاس بندہ بن کر نہ آئے، یعنی ہر کوئی اسکا بندہ ہے نہ کہ اولاد۔ الغرض یہ سورت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سورت کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ اے محمد! آپ ہمارے سامنے اپنے پروردگار کا نسب بیان کیجئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ (ترمذی۔ ٣٣٦٤) اللہ تعالیٰ ہم تمام کو توحید پر قائم اور دائم رکھے اور اسی پر ہمیں موت نصیب فرمائے آمین۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہو؟ صحابہ نے کہا کہ ہاں! اے اللہ کے نبی کون ہوسکتا ہے جو ہم میں سے تہائی قرآن ایک رات میں پڑھ سکے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (شعب الإیمان للبیہقی۔ ٢٣٠٣)، مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے اس سورت کی تلاوت فرمائی تو اسے ایک تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ جس نے ایک تہائی قرآن ہی پڑھا ہو تو پھر اسکا کتنا ثواب ہوگا اسکا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا؟ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو کثرت سے قرآن کریم پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

سورۃ الفلق

﴿درس نمبر ۳۲﴾ **میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں** ﴿الفلق ۱۔تا۔۵﴾

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (١) مِن شَرِّ مَا خَلَقَ (٢) وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (٣) وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (٤) وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (٥)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلْ کہہ دیجئے أَعُوذُ میں پناہ میں آتا ہوں بِرَبِّ الْفَلَقِ صبح کے رب کی (۱) مِن شَرِّ (ہر) اس چیز کے شر سے مَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کی (۲) وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ اور اندھیری رات کے شر سے إِذَا وَقَبَ جب وہ چھا جائے (۳) وَمِن شَرِّ النَّفّٰثٰتِ اور پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے فِي الْعُقَدِ گرہوں میں (۴) وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اور حسد کرنے والے کے شر سے إِذَا حَسَدَ جب وہ حسد کرے (۵)

ترجمہ:۔ کہو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں O ہر چیز کی بُرائی سے جو اس نے بنائی O اور شبِ تاریک کی بُرائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے O اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی بُرائی سے O اور حسد کرنے والے کی بُرائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

سورہ کی فضیلت: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (تینوں سورتیں مکمل) پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے اور سامنے کے بدن پر۔ یہ عمل آپ ﷺ تین دفعہ کرتے تھے۔(بخاری۔۵۰۱۷)

تشریح: ان پانچ آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱. کہو کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔

۲. اندھیری رات کے شر سے جب وہ پھیل جائے۔

۳. ان جانوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونک مارتے ہیں۔

٤. حسد کرنے والے کے حسد سے جب وہ حسد کرے۔

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ تعالی کی جانب ہی ٹھکانہ لیتا ہوں اور اس اللہ کی جو صبح کا رب ہے پناہ مانگتا ہوں ان تمام مخلوقات کے شر سے جنہیں اس رب نے پیدا کیا، یہاں رَبِّ الْفَلَقِ کہہ کر یہ بیان فرما دیا کہ جو اللہ رات کی اندھیری اور ظلمت کو صبح کی روشنی اور رونق سے دور کرتا ہے وہی رب ہمیں اپنی مخلوق کے شر سے پناہ دیگا اور ہمیں ان سے چھٹکارہ دیگا اور اسی طرح آگے رات کی تاریکی کے

شر سے پناہ مانگی گئی کہ اے پیغمبر! آپ اس صبح کے رب سے اندھیری رات کے شر سے بھی پناہ مانگئے جب وہ پھیل جائے، اس سورت میں رات اور اسکے شر سے پناہ اس لئے مانگنے کا حکم دیا کہ اکثر جادوگر رات کی تاریکیوں میں اپنا عمل کرتے ہیں اور صبح سے پہلے ختم کر دیتے ہیں اس لئے بطور خاص اسکی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔ آپ علیہ السلام رات کو سوتے وقت ان دو سورتوں کی تلاوت کر کے اپنے جسم پر پھونک لیتے تھے تا کہ اس رات میں ہونے والے جادو وغیرہ سے آپکی حفاظت ہو جائے، بعض حضرات نے فرمایا کہ ''غاسق'' سے مراد چاند ہے جب اسے گہن وغیرہ لگے اور عام طور سے جادوگر جادو کرنے کے لئے اسی وقت کا انتظار کرتے ہیں اور اس وقت کئے گئے جادو کا اثر بھی بہت خطرناک ہوتا ہے اس لئے اسکے شر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور چاند کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا کہ اے عائشہ! غاسق کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو جب وہ پھیل جائے، پھر فرمایا کہ یہی غاسق ہے یعنی یہ چاند جب اسے گہن لگے۔ (مسند احمد۔۲۵۷۱۱)

پھر آگے فرمایا کہ ان جانوں کے شر سے بھی آپ اللہ کی پناہ مانگئے جو گرہوں میں پھونک مارتی ہیں، یعنی جادو کرنے والے لوگ اکثر دھاگے، استعمال شدہ کپڑے، بال وغیرہ پر کچھ پڑھتے جاتے ہیں اور اسے گانٹھ لگاتے جاتے ہیں جس سے اس شخص پر جادو کا اثر ہونے لگتا ہے، اب چونکہ آپ علیہ السلام پر جادو کرنے کے لئے اسی طریقہ کو استعمال کیا گیا تھا اس لئے بطور خاص اسے بیان فرمایا گیا چنانچہ واقعہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا اور کیفیت یہ ہوئی کہ نبی کریم ﷺ سمجھنے لگے کہ فلاں کام آپ نے کر لیا ہے حالانکہ وہ کام آپ نے نہیں کیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی تھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے، اللہ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے جو میں نے اس سے پوچھی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ! وہ بات کیا ہے؟ فرمایا میرے پاس دو مرد آئے اور ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے پاس۔ پھر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا، ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، ان پر جادو ہوا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے۔ پوچھا وہ جادو کس چیز میں ہے؟ جواب دیا کہ کنگھی پر کھجور کے خوشہ میں۔ پوچھا وہ ہے کہاں؟ کہا کہ ذروان میں اور ذروان بنی زریق کا ایک کنواں ہے۔ حضرت

عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جب عائشہؓ کے پاس دوبارہ واپس آئے تو فرمایا واللہ! اس کا پانی مہندی سے نچوڑے ہوئے پانی کی طرح تھا اور وہاں کے کھجور کے درخت شیطان کے سر کی طرح تھے۔ بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور انہیں کنویں کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! پھر آپ نے اسے نکالا کیوں نہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شفاء دے دی اور میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ لوگوں میں ایک بری چیز پھیلاؤں۔ (بخاری۔۶۳۹۱) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ علیہ السلام کے بال پر گیارہ گانٹھیاں جادو کی لگائی گئی تھیں جب یہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں بھی گیارہ آیتیں ہیں لہٰذا جب جب بھی ایک آیت پڑھی جاتی وہ ایک گانٹھ کھلتی جاتی اس طرح ساری گانٹھیں ان سورتوں کی تلاوت سے کھل گئیں۔ (طبقات ابن سعد ۔ج ۲۔ص ۱۹۸) آخر میں حسد کرنے والوں کے حسد سے بھی پناہ مانگی گئی اس لئے کہ عام طور سے جادو وہی لوگ کرتے ہیں جو اپنے دلوں میں حسد اور کینہ رکھتے ہیں اس لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ کو ان حاسدین کے حسد سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا، آپ علیہ السلام پر یہود نے جو جادو کیا تھا وہ بھی حسد کی وجہ سے ہی کیا تھا اور آج کا دور حاسدین سے بھرا ہے، کون اپنے دل میں اپنی جانب سے حسد پالے ہوئے ہے؟ پتا نہیں؟ اس لئے ہمیشہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو اپنا دستور بنالیں کہ ہر رات سوتے وقت ان سورتوں کی تلاوت کر کے اپنے اوپر دم کرلیا کریں ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ہر شر سے حفاظت فرمائے گا۔

سورۃ الناس

﴿درس نمبر ۳۳﴾ **میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی** ﴿الناس ۱۔تا۔۶﴾

قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ (١) مَلِكِ ٱلنَّاسِ (٢) إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ (٣) مِن شَرِّ ٱلۡوَسۡوَاسِ ٱلۡخَنَّاسِ (٤)
ٱلَّذِي يُوَسۡوِسُ فِي صُدُورِ ٱلنَّاسِ (٥) مِنَ ٱلۡجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ (٦)

لفظ بہ لفظ ترجمہ:۔ قُلۡ کہہ دیجئے أَعُوذُ میں پناہ میں آتا ہوں بِرَبِّ ٱلنَّاسِ انسانوں کے رب کی (۱) مَلِكِ ٱلنَّاسِ انسانوں کے بادشاہ کی (۲) إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ انسانوں کے معبود کی (۳) مِن شَرِّ ٱلۡوَسۡوَاسِ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے ٱلۡخَنَّاسِ وہ جو (ذکر اللہ سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے (۴)

الَّذِي وہ جو يُوَسْوِسُ وسوسہ ڈالتا ہے فِي صُدُورِ النَّاسِ لوگوں کے سینوں میں (٥) مِنَ الْجِنَّةِ جنوں میں سے وَالنَّاسِ اور انسانوں میں سے (٦)

ترجمہ: ۔ کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں O (یعنی) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی O لوگوں کے معبودِ برحق کی O (شیطان) وسوسہ انداز کی بُرائی سے جو (اللہ کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے O جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے O (خواہ وہ) جنات میں سے (ہو) یا انسانوں میں سے۔

سورہ کی فضیلت: حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل کی ہیں جیسی (کبھی) نہیں دیکھی گئی ہیں، وہ یہ ہیں: قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ آخر سورت تک اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ آخر سورت تک۔ (ترمذی ٢٩٠٢)

تشریح :ان چھ آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

١. اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی۔

٢. سب لوگوں کے بادشاہ کی۔

٣. سب لوگوں کے معبود کی۔

٤. اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو چھپ جاتا ہے۔

٥. جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

٦. چاہے وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔

اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کا مالک اور انکا معبود ہے، یہاں اللہ تعالی نے اپنے ربوبیت کی صفت کو لوگوں کی جانب منسوب کیا کہ وہ لوگوں کا رب ہے حالانکہ اللہ تعالی تو ساری کائنات کا رب ہے، مالک وخالق ہے پھر یہاں کیوں ایسا کہا گیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ کی تمام مخلوقات میں انسان سب سے اشرف واعظم ہے اسی لئے اسکی جانب نسبت کی گئی، لہٰذا تین صفتیں اس سورت میں اللہ تعالی کی بیان کی گئی ہیں ایک، رب، دوسرا مالک تیسرا معبود اور یہ تینوں صفتیں بھی بہت اونچی اور عظیم ہیں جن سے انسان کے دل میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ میں جسکی پناہ مانگ رہا ہوں یقیناً وہی ہے جو مجھے ان چیزوں سے بچا سکتا ہے ورنہ اسکے علاوہ کسی میں یہ قدرت نہیں کہ

وہ مجھے ان نقصانات سے بچا سکے، چنانچہ اس پختہ یقین کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا کہ پناہ اس رب، مالک اور معبود کی ان خبیث وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے چھپ جاتا ہے، یعنی شیطان جو انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ چھپ چھپا کر انسان کو غافل کر ڈالتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیطان انسان کے دل پر جما رہتا ہے تو جب وہ اللہ کے ذکر کو بھول جاتا ہے یا اس سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ موقع پا کر اسکے دل میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے اور جب انسان اپنے رب کا ذکر کرنے لگتے تو فوراً دبک جاتا ہے۔ (التفسیر المنیر۔ج،۳۰۔ص،۴۸۱) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک کے اوپر ایک جن ساتھی کو مقرر کیا گیا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر بھی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! مجھ پر بھی لیکن اللہ تعالی نے میری اسکے خلاف مدد فرمائی کہ اس نے اسلام قبول کر لیا لہٰذا اب مجھے وہ سوائے خیر کے اور کوئی حکم نہیں دیتا۔ (مسلم۔۲۸۱٤) یعنی شیطان ہر کسی کے ساتھ لگا ہوا ہے اور جب بھی وہ انسان کو اپنے رب سے غافل ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اس میں انسان کو بہکانے کی قوت بڑھ جاتی ہے اور وہ وہاں سے انسان کے دل میں مختلف برے وسوسہ ڈالتے رہتا ہے اسی کو آگے فرمایا کہ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کہ جو انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، اسکے بعد اللہ تعالی نے ان وسوسہ ڈالنے والوں کی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک تو جنات یعنی شیاطین جو وسوسہ ڈالتے ہیں اور دوسرے انسان جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اسکے دل پر ایسا اثر کرتے ہیں کہ اسکی ہر بات پر انسان عمل کرتا ہے اور وہ اس وقت یہ نہیں دیکھتا کہ وہ حکم صحیح ہے یا غلط، اسی لئے اللہ تعالی نے انسان اور جنات کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا کہ برائی کی طرف بلانے والے انسان بھی شیاطین ہی ہیں جو انسان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شیطان جنات میں بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی لہٰذا ان دونوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی آدمی سے کہا کہ کیا تم نے جنات اور انسانی شیاطین سے پناہ مانگی ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ کیا شیاطین انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں؟ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی؟ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ

الْاِنْسِ وَالْجِنِّ" اسی طرح ہم نے پچھلے نبی کے لئے کوئی نہ کوئی دشمن پیدا کیا تھا یعنی انسانوں اور جنات میں سے شیطان قسم کے لوگ۔ (الأنعام ۔۱۱۲)، (تفسیر قرطبی۔ج ۲۰۔ص،۲۶۳) لہذا ہر وقت ان دونوں سے اللہ تعالی کی پناہ مانگا کریں تا کہ ہم اسکے بہکاوے میں آ کر اللہ کی عبادت واطاعت سے دور نہ ہوجائیں، سورۂ فاتحہ میں سیدھے راستہ پر چلنے کی اللہ تعالی سے دعا مانگی گئی اوراس سورت میں شیاطین کی پناہ چاہی گئی، اس لئے کہ اللہ تعالی کی مدد کے بغیر شیطان کے وسوسوں سے چھٹکارا پانا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے، اس لئے دعا بھی ضروری ہے اوران شیاطین سے بچاؤ بھی، اللہ تعالی ہم تمام کی ان اشرار جنات اورانسانوں سے حفاظت فرمائے آمین۔

مولانا غیاث احمد رشادی کی دینی، علمی اور اصلاحی کتابیں

۱	روحِ قرآن (مکمل)	۱۴	رب سے کس طرح مانگیں؟
۲	عام فہم درسِ قرآن (جلد اول)	۱۵	ہمارے گھروں میں ٹی وی کیوں؟
۳	عام فہم درسِ قرآن (جلد دوّم)	۱۶	بحیثیت مسلمان میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں؟
۴	عام فہم درسِ قرآن (جلد سوم)	۱۷	ہمارا لباس کیسا ہو؟
۵	عام فہم سیرت رسولِ رحمت ﷺ	۱۸	عورت بے پردہ کیوں ہوگئی؟
۶	کیا ماہِ صفر منحوس ہے؟	۱۹	میاں بیوی آپس میں کیسے رہیں؟
۷	ہم ماہِ رمضان میں کیسے رہیں؟	۲۰	ماں باپ کیا کریں؟
۸	ہم اپنی قربانی کیسے کریں؟	۲۱	ہم اپنے بچوں کو کہاں پڑھائیں؟
۹	ہم اپنے محلہ میں کیسے رہیں؟	۲۲	مصیبتوں میں ہم کیا کریں؟
۱۰	آپسی تعلقات میں بگاڑ کیوں؟	۲۳	سکرات سے تعزیت تک
۱۱	رشتہ داروں میں ایسے رہیں	۲۴	ہم میں صبر کیوں نہیں؟
۱۲	مسلمانو! قادیانیوں سے بچو!	۲۵	ظلم کیوں کرتے ہو؟
۱۳	ہم عیادت کس طرح کریں؟	۲۶	ماں باپ کا حق کیا ہے؟
۲۷	حرام کمائی سے پرہیز	۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علمی سفر

۲۸	زبان بہترین یا بدترین	۴۱	چراغِ دینیات
۲۹	قدرت کی پہچان	۴۲	صبح وشام کی دعائیں
۳۰	قرآنِ مجید میں خواتین کے واقعات	۴۳	موجودہ معاشرہ میں نکاح بوجھ کیوں؟
۳۱	ہماری مسجدیں اور ہم	۴۴	سیرتِ طیبہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں
۳۲	مردوں اور عورتوں کی نماز کا طریقہ	۴۵	زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟
۳۳	نماز کے اثرات وثمرات	۴۶	مذہبی کوئیز (ایک ہزار سوالات وجوابات)
۳۴	جمعہ کے دن کیا کریں؟	۴۷	رزق کے دروازے کب کھلتے ہیں؟
۳۵	حج کا سفر	۴۸	قوم یہود کے بارے میں قرآن حکیم کیا کہتا ہے؟
۳۶	نماز کیوں چھوڑ دیتے ہو	۴۹	جادو ٹونا کیوں کرتے ہو؟
۳۷	برادرانِ وطن کو دین کی دعوت کیوں نہیں دیتے	۵۰	انبیاء سابقہ اور اقوام سابقہ
۳۸	اعتکاف کا طریقہ کیا ہے؟	۵۱	بنی اسرائیل کی برائیاں اور موجودہ مسلمانوں کا حال

۴۹	کیا شیطان ہمارا دوست ہے یا دشمن؟	۵۲	نصاب دینی گرمائی کورس
۵۳	کیا دوسرا نکاح معیوب ہے؟	۶۶	عصری مدارس کا دینیات کورس
۵۴	سچ اور جھوٹ	۶۷	خطباتِ رشادی (جلد اوّل)
۵۵	پڑوسیوں کا حق ادا کیوں نہیں کرتے؟	۶۸	مجموعہ آیات اسماء حسنیٰ
۵۶	غیبت کیوں کرتے ہو؟	۶۹	داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟
۵۷	وضو کس طرح کریں؟	۷۰	نام ہوں تو ایسے ہوں! زیر طبع
۵۸	قرآنِ حکیم سے ہم کتنے قریب کتنی دور؟	۷۱	یہ مسلکی جھگڑے کب تک؟
۵۹	بچے کیوں بگڑ رہے ہیں؟	۷۲	صَرف کی قرآنی مثالیں
۶۰	رشوت کیوں لیتے ہو؟	۷۳	نحو کی قرآنی مثالیں
۶۱	دل اور دل کا سکون	۷۴	تکبر کی حقیقت
۶۲	اللہ تعالیٰ کے محبوب اور دوست	۷۵	رمضان المبارک کوئز
۶۳	جادو ٹونا کرتے کراتے کیوں ہو؟	۷۶	مسلمانوں بہنوں سے دردمندانہ خطاب
۶۴	قرآن کوئز	۷۷	قرآنی فارمولے
۶۵	سگریٹ کیوں پیتے ہو؟	۷۸	امانت اور خیانت
۷۹	حقوق العباد اور خدمتِ خلق (قرآنِ حکیم کی روشنی میں)	۸۶	سیرت کوئز (حصہ اول، دوم)

۸۰	حقوق العباد اور خدمتِ خلق (احادیث کی روشنی میں)	۸۷	نماز کیوں نہیں پڑھتے؟
۸۱	کیا آپ کے پاس آخرت کا پاسپورٹ ہے؟	۸۸	موجودہ معاشرہ میں عاملوں کا کردار
۸۲	طریقۂ حج	۸۹	حج وعمرہ کے مسائل (سوال وجواب کی توشنی میں)
۸۳	امام وخطیب (منصب اور ذمہ داریاں)	۹۰	پیاسوں کو پانی پلائیے
۸۴	شب وروز کی سنتیں		

ان کتابوں کی خریدی کے لیے اس نمبر پر ربط کریں:

8019878784 یا

رشادی پبلشرز

احاطہ مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد

بہ اوقات صبح 9 بجے تا شام 5 بجے پہنچ کر خرید لیں، رعایتی قیمت پر دی جائیں گی۔